5
पाँच
पुस्तकें

1285
1286
1287
1288
1289

5
पाँच
पुस्तके

(جملہ حقوق محفوظ ہیں جس کتاب پر مصنف کی مہر نہ ہوگی وہ مال مسروقہ ہوگا)

Conscience is the whisper of God in man's soul. Be true to yourself.

وچار ساگر

شری سوامی سرودا نند جی مہاراج کے دو اعلےٰ لیکچر

انسان مکمل کیسے بن سکتا ہے۔ ست سنگ کی مہما

راگ مال کونس تال جھپ

منا! میں نے رام نہ جانیا رے رام نہ جانیا رے۔ منا! میں نے رام نہ جانیا رے

(۱) جیسے موتی اوس کا رے۔ تیسے یہ سنسار ہے۔ دیکھت ہی کو جھلما رہے جات نہ لاگی بار۔ منا! میں نے رام نہ جانیا

(۲) سونے کا گڑھ لنک بنایا۔ سونے کا دربار۔ رتی ایک سونا نہ ملا راون مرتی بار

(۳) دن گنوایا کھیل میں رے۔ رین گنوائی سوئے۔ سورداس بھجو بھگونتا۔ ہونی ہو سو ہوئے

رام نہ جانیا رے۔ منا! میں نے رام نہ جانیا رے

مذہب یا دھرم ضعیف الاعتقادی کے بغیر ہونا چاہیئے۔ ہر ایک آدمی کے لئے موت ضروری ہے۔

پیدائش اور موت کے درمیان کا عرصہ خوشی سے گذارنا چاہیئے نہ کہ تکلیف سے پریشان ہونا۔ دوسروں کو خوش رکھنے ہی میں خوشی ہے کیونکہ دوسروں کو تکلیف دینا اپنے پاس تکلیف کا بلانا ہے۔

دھرم میں نیکی بمعہ رسوم کے شامل ہے۔ نیکی تمام مذاہب میں یکساں ہے اور انسانیت کے اتفاق کی بنیاد ہے۔ رسوم مختلف ہیں اور یہی نااتفاقی کا باعث ہیں۔ رسوم کو نظر انداز کرنے اور نیکی کے اصول پر چلنے سے تمام دنیا ایک ملک ہو سکتی ہے اور تمام انسانیت ایک قوم بن سکتی ہے۔ پرانی باتوں کو یاد کرکے آئندہ زندگی کو تلخ نہ کرو

مصنفہ

امیر چند آریہ سیوک شہر لاہور

ستمبر ۱۹۱۸ء

امیر چند آریہ سیوک نے گلزار محمدی اسٹیم پریس لاہور میں باہتمام شیخ گلزار محمد طبع کروایا

بار اول   تعداد ۲۰۰۰   قیمت ۱

مہرشی دیانند کا مہتو

سب ہی شاستروں میں ستیہ کو پرم دھرم اور پرم برت مانا گیا ہے۔ سب ہی مذاہب ست کی پیروی کرو ستیہ کو حاصل کرو۔ اسکی مُنادی کر رہے ہیں۔ ستیہ کا جیون میں دھارن کرنا کچھ سہج نہیں۔ پانچوں یموں میں دوئم بہت ہی کٹھن ہیں وکٹھ اس لیے کہ انکو پورن تپسوی ہی دھارن کر سکتا ہے۔ اُن میں بھی ستیہ سب سے وکٹھ ہے۔ بھینا پتی سے بڑے شور ویر یودھا کا اپنے دیش کے لئے پران دینا جتنا تعریف کے قابل کام ہے۔ اُتنا ہی تعریف کے قابل کام ایک سچے براہمن کا ستیہ اپدیش کرنا ہے۔ ستیہ کا سمجھنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ لیکن ستیہ کیا ہے۔ یہ جاننا بھی اسکا موہنہ سے کہنا کتنا کٹھن برتنا ہے سقراط نے زہر کا پیالہ پیکر اسبات کی شہادت دی کہ ستیہ کا کتھن کرنا کتنا کٹھن معمہ ہے۔ ہریش چندر مہاراجہ نے کن کن آفتوں کا سامنا ستیہ برتی ہونیکے لئے نہیں کیا؟ تلوار کی دھار پر چلنا جتنا کٹھن ہے۔ اُس سے بھی بڑھ کر بلا غرض آتما یا من میں جو ست وچار ہیں انکا پرگٹ کرنا کٹھن ہے۔ سوامی دیانند پونا نگر میں گئے۔ مورتی پوجا اور جل تھل روپی تیرتھوں کا سچا روپ درشا کر ایشور اپاسنا اور ودیا بردھی کا مہتو درشایا۔ مورتی پوجا سے ایشور نہیں ملتا۔ اس ستیہ کا کہنا تھا کہ سوامی دیانند کے سوانگ بھرنے کا پورانک بھائیوں نے نشچہ کر لیا۔ اور جب مہرشی سوامی دیانند دیش رتن۔ آنریبل رانا ڈے مہودیہ کے سنگ شہر کے بازار سے سوار ہو کر گذر رہے تھے۔ تو ادھر ادھر سے کیچڑ اور اینٹوں کی برکھا ستیہ وکتا ستیہ اپدیشک پر ہونے لگی۔ رانا ڈے کی جیونی جو اُنکی دھرم پتنی جی نے لکھی ہے۔ پڑھکر اور اس بھاوی اپمان کا درشیہ ورنن پڑھ کر جو مہرشی دیانند نے پونا میں برداشت کیا۔ سچ مچ پتھر دل بھی موم ہو جاتا ہے اور سرل آتما آشچریہ کے سمندر میں ڈوب جاتی ہے۔

اتنا کشٹ ایک ستیہ کے کہنے کیلئے دیانند اُٹھا رہا ہے۔ وہ گالیاں جنکو یہاں دہراتے ہوئے ہماری قلم لجت ہوتی ہے وہ دیانند پونا میں اسوقت سن رہا ہے جبکہ اس نے ستیہ کے کہنے کیلئے زبان کھولی۔ بھارت تو کیا بھوگول بھر میں اس سمے ہمیں کوئی ایسا ستیہ برتی اس صدی میں نظر نہیں آتا جس نے رشی دیانند سے بڑھ کر ستیہ کہنے کیلئے کشٹ اُٹھایا ہو۔ انت کو ستیہ کا ہی اپدیش کرنے پر رشی کو جودھپور میں وش دیا گیا۔ اور رشی نے جس شانت من سے پران تیاگے۔ اسکو کون نہیں جانتا۔ انکا اکھنڈ برہمچریہ۔ اُن کا یوگ بل انکی ایشور بھگتی ایک ماتر ان کو ستیہ برت کے پالن میں سہایتا دیتے تھے۔ ہم نیت بھارت سنتان گمراہ اور بدھ پرست لوگوں کو اُس نے ستیہ مارگ درشا دیا۔ پر ہائے قسمت ہم ہیں جو ابھی اُس مارگ پر چلنے کے لئے خواب خرگوش میں پڑے ہوئے ہیں۔ ایشور ہمیں بل دیں۔ کہ ہم کبھی تو جاگیں۔

اِنسان مُکمل کیسے بن سکتا ہے؟

لیکچر سوامی سرودانندجی مہاراج

(جو اُنہوں نے آریہ ڈبیٹنگ کلب میرٹھ کے جلسہ گزشتہ پر دیا)

سجن سد گرہستیو۔

میں آج آپکے سامنے چند نصیحتیں پرگٹ کرنا چاہتا ہوں اگر وہ انسان کے جیون میں آجائیں تو آدمی مکمل ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ وہ نصیحتیں مہاراجہ رام چندر جی کا ایک اُپدیش ہیں جو اُنہوں نے بھرت جی کو دیا تھا لیکن اچھے سے اچھے بھی اُپدیش کیوں نہ ہوں۔ ملین ہردیوں میں اثر نہیں کرتے۔ سانکھ سوتر کہتا ہے کہ اُپدیش جس کھیت میں ڈالا جاتا ہے۔ وہ مُنشیوں کے انتھ کرن کی بھومی ہے لیکن جو انتھ کرن ملین ہیں وہاں اُپدیش کا بیج نہیں اُگتا۔ مثل مشہور ہے کہ راجہ اج جو اپنی استری کی موت سے شوکاتر ہو رہے تھے اُنکو وششٹ جی نے جو اُپدیش کیا وہ اُن پر کارگر نہیں ہو سکا۔ انتھ کرن کی غلاظت دور ہونے سے اُپدیش کا اثر من پر ہو سکتا ہے۔ انسان کا دھرم۔ انسان کا فرض اسکے پیچھے سایہ کی مانند ساتھ ساتھ لگا رہتا ہے لیکن وہ سایہ روشنی میں نظر آتا ہے اور تاریکی میں پرتیت نہیں ہوتا۔ اس طرح سے جب انسان وِدیا روپی روشنی میں کھڑا ہوتا ہے تب اُس کو اپنا دھرم جو سایہ کے مانند اُس کے ساتھ ہے نظر آتا ہے۔

جس وقت بھرت جی چترکوٹ پر سری رام چندر جی کے پاس جاتے ہیں اور اُن سے اجودھیا واپس چلنے کے لئے درخواست کرتے ہیں تو رام چندر جی واپس نہیں آتے اور کہتے ہیں کہ میں پرن کر چکا ہوں۔ لوگ کہتے ہیں کہ شریمان آپنے راجہ دسرتھ کے ساتھ عہد کیا تھا وہ اب موجود نہیں ہیں لیکن وہ جواب دیتے ہیں کہ سوال یہ نہیں ہے کہ راجہ موجود ہیں یا نہیں بلکہ جو پرتگیا میں منہ سے کر چکا ہوں اُسکو میں نہیں توڑ سکتا جب رام چندر جی بہت رد و کد کے بعد بھی اجودھیا واپس لوٹنے پر رضامند نہیں ہوتے تب بھرت جی اُن سے اُپدیش کے لئے کہتے ہیں۔ تب رام چندر جی نے اُنکو جو اُپدیش کیا وہ یہ تھا۔

(۱) پرائی استری کو ماں کے برابر سمجھو (۲) دوسرے کے دھن کا لالچ نہ کرو (۳) مریادا بھنگ نکرو (۴) کبھی بھی نیچ کرموں کی طرف رُچی نہ کرو (۵) دشمن کا مقابلہ بہادری سے کرو (۶) مصیبت میں استقلال کو ہاتھ سے نہ دو (۷) دولت اور اختیار پاکر ابھمان نہ کرو۔

یہ سب نصیحتیں وید دکت ہیں۔ وید کہتا ہے کہ برہمچریہ کے بغیر راجہ اپنی سلطنت کی حفاظت نہیں کر سکتا جو چیز برہمچریہ کے بل سے حاصل کیجاتی ہے اُسکا کبھی ناش نہیں ہوتا لیکن برہمچاری وُہی آدمی ہو سکتا ہے جو پرائی استری کو ماتا کے برابر سمجھتا ہے۔ استری اگر اپنے پتی کو ہی پتی خیال کرتی ہے اور دوسرے پرش جو اُس سے چھوٹے ہیں اُنکو پُتر اور جو ہم عمر ہیں اُنکو بھائی اور اپنے سے بڑوں کو پتا کے سمان سمجھتی ہے تو برہمچارنی ہو سکتی ہے اسطرح سے جو پُرش اپنی ہی ستری کو استری سمجھتا ہے جو اُس سے چھوٹی ہیں اُنکو پُتری جو اُسکے برابر ہیں اُنکو بہن اور جو اُس سے بڑی ہیں اُنکو ماتا کے سمان سمجھتا ہے تو برہمچاری ہو سکتا ہے۔ یہ اصول اگر آج بھارت ورش میں چل جائے تو نہ پردہ کی ضرورت رہ سکتی ہے اور نہ موجودہ دقتیں نظر آ سکتی ہیں مگر ایسا وہی کر سکتے ہیں جو برہمچاری ہیں اور اُنکے ہی لئے یہ اُپدیش ہے۔ اور جو دیرج ہین ہیں وہ اس پر عمل نہیں کر سکتے۔ بھارت کا بھلا اسمیں ہے کہ یہ نیم پھر پرچلت ہو۔ دھرم کے لکشنوں میں بتایا ہے کہ دھرم وہ ہے جو شرتی سمرتی اور سداچار کے موافق ہو اور طبیعت کو اچھا لگے اگر کوئی پُرش اس آخری بات کا سہارا لیکر کہتا ہے کہ پر استری اُسکو اچھی لگتی ہے تو اُس سے پوچھنا چاہیئے کہ اگر کوئی تمہاری پُتری کو بُری درشٹی سے دیکھے تو کیا تم اُسکو اچھا سمجھو گے۔ تو وہ فوراً کہے گا وہ پرش بدمعاش ہے۔ اس سے سدھ ہوا کہ یہ پاپ ہے۔ جیسے ایک آدمی اپنی ماں بہن اور بیٹی کو بُری نظر سے دیکھا جانا پسند نہیں کرتا اسی طرح اُسکو سوچنا چاہیئے کہ دوسرے بھی اسکو بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر یہ اصول چل جائے تو آدمی بلند حوصلہ بن جائیں۔ کیونکہ جو شخص اپنی دولت کو ضائع کرتا ہے وہ کنگال اور دلدری ہو جاتا ہے۔ اس لئے راجہ رامچندر جی نے اس اصول کا اُپدیش کیا۔

(۲) دوسرے کے دھن کا لالچ نکرو۔ پیسہ کا نام دھن ہے۔ گیہوں آدی کا نام دھن ہے۔ ان (غلہ) دھن کہلاتا ہے۔ اس اصول میں بتایا ہے کہ ڈاکوؤں کی طرح ظلم سے دھن اکٹھا نہ کرو۔ واجب ہے کہ حرص اور لالچ نکرو دوسرے کی سمپتی کو دیکھ کے نہ للچاؤ۔ اسی لئے وید بھگوان میں بتایا ہے کہ کسی کے دھن ہرنے کی اچھیا نکرو۔ دُنیا میں نفاق اگر پیدا ہوتا ہے تو حق تلفی سے ہوتا ہے اور یہ مصیبت کا لانے والا ہے۔

(۳) مریادا کا پالن کرو۔ وید کہتا ہے کہ اے منشیو تم اپنے کلیان مارگ کو کھوؤ۔ جیسے سورج اور چندرما اپنی پرکرتی میں چلتے ہیں اسیطرح تم اپنے مریادا کو نہ چھوڑو۔ سوچو اگر آج سورج یا چندرما اپنی پرکرتی کو چھوڑ دیں تو سنسار قائم نہیں رہ سکتا جس طرح سے یہ سورج اور چاند اپنی مریادا کا پالن کر رہے ہیں اسیطرح ہمیں چاہیئے کہ ہم بھی اپنا راستہ بنا دیں۔ آپ جانتے ہیں کہ وید اور شاستروں میں مریادا کو کسطرح

باندھا ہے۔ یعنی جیون کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہمچریہ (۲) گرہست (۳) بان پرست (۴) سنیاس
اسی طرح سماج کو چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ (۱) برہمن (۲) کشتری (۳) ویش (۴) شودر جس مریادا کو
ویدوں نے قائم کیا ہے اُسکو کسی وقت نہ چھوڑو۔ بھارت ورش نے اپنی مریادا کو چھوڑا اور ناش کر لیا
ایک اُردو شعر کا مصرع ہے۔ ع جو خال اپنی حد سے بڑھا وہ مسا ہوا۔ وہ خال۔ وہ تل جو مُنہ کے
چہرہ پر خوبصورتی کا سبب تھا۔ اپنی مریادا سے اولنگھن کرتے ہوئے بدصورتی کا سبب بن جاتا ہے۔
(۴) نصیحت یہ ہے کہ کبھی بھی نیچ کرموں کی طرف رغبت نہ کرو۔ لیکن آج ہمنے ایک جماعت کو نیچ
مانا ہوا ہے۔ جان لو کوئی جماعت نیچ نہیں ہے۔ چمار۔ بھنگی اور دھوبی وغیرہ نیچ نہیں ہیں بلکہ کرم نیچ
ہوتے ہیں۔ جھوٹ بولنا۔ چوری جاری کرنا آدمی نیچ کرم ہیں۔ جس انسان کے ایسے کرم ہیں وہ نیچ ہے
پیشہ کے لحاظ سے کوئی نیچ نہیں ہوتا۔ ایک آدمی کو جو آج ۸ پر کا تمبا کو لیکر بیچتا ہے نیچ سمجھا جاتا ہے۔
لیکن کل وہ آدمی جیتا کوکی آٹھ کوٹھیاں کھول لیتا ہے تو وہ اونچا ہو جاتا ہے یہ نہیں جانا کہ وہ
نیچ سے کیسے اونچا ہو گیا۔ دھوبی کو کہتے ہو وہ نیچ ہے اُسکو ہم سے دور رہنا چاہئے کیا اس لئے کہ وہ
ہماری سفیدی کا باعث ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ کپڑے کس کے بدن میں میلے ہوئے۔ آپ کہیں گے کہ
ہمارے۔ تو ہم نے کپڑوں کو میلا کیا۔ دھوبی تو اُنکا میل دور کرتا ہے اس لئے وہ ہم سے اچھا ہوا۔ نیچ اُسکو
ملتے جو کپڑوں کو میلا کرنے کا سبب ہوا نہ کہ اُسکو کہ جو کپڑوں کا میل دور کرکے اُنکو سفید کرتا ہے۔ اگر
وہ اس پیشہ کو نیچ سمجھ کر چھوڑ دے تو مجبوراً سب دھوبی بن جائیں۔
یہ سچائی ہے کہ پیشہ نیچ نہیں بلکہ کرم نیچ ہوتا ہے۔ جب یہ مریادا ٹوٹیں تب ہی یہ گڑبڑ پیدا ہوئی
اصول یہ تھا کہ کسی کال میں بھی نیچ کرم کی طرف رغبت نہ کرو لیکن یہاں پیشہ کو ہی نیچ مان لیا جن جاتیوں کو
آج نیچ کہا جاتا ہے اگر انکی پیڑھی یا حسب نسب کو دیکھا جائے تو انکا سلسلہ کسی اُتم کوٹی کے پرش سے
ملتا ہوا پایا جاتا ہے۔ اضلاع مظفر گڑھ اور ملتان میں ایک قوم رہتی ہے۔ مہاشہ گنگا رام جی نے
مجھے بتایا تھا کہ اس جاتی کے لوگ گرمی کے موسم میں اون کے کپڑے پہنے رہتے ہیں۔ ملتان جیسے گرم ضلع
میں گرمی کے موسم میں اونی کپڑوں کا پہننا بہت بڑی مصیبت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں نے اُس قوم کے
ایک بوڑھے آدمی سے پوچھا کہ بھائی تم گرمیوں میں بھی اون کے کپڑے کیوں پہنتے ہو تو اُس نے کہا کہ
ہم پاتکی ہیں۔ اس لئے اُون کا وستر رکھتے ہیں۔ جب میں نے پاتک کی بابت پوچھا تو اُسنے بتایا کہ ہم مہاراجہ سگر

خاندان میں ہیں جنکی کہانی اس طرح پر ہے کہ مہاراجہ سگر کے ٦٠ ہزار لڑکے تھے وہ اُنکو اپنے ساتھ لے کر وگوجے کے لئے چلے۔ اُن کا یہ اصول تھا کہ روزینا کنواں کھود کر پانی پیتے تھے۔ لیکن جب وہ سوروں کے قریب پہنچے اور وہاں کنواں کھودا تو پانی نہ نکلا۔ وہ اُسکو کھودتے چلے گئے اور اسقدر گہرا اُنہوں نے کھودا کہ اوپر کی مٹی گرنے سے وہ اُسی جگہ دب کر مر گئے۔ جب تک اُنکا پرائشچت نہ ہولے تب تک ہم یہ اونی کپڑے نہیں اُتار سکتے۔ مہاشہ گنگارام کہتے ہیں کہ مینے اُس سے کہا کہ راجہ بھاگیرت نے گنگا جی کو لاکر وہ پاتک دور کر دیا ہے وہ ٦٠ ہزار گنگا کے آنے کی وجہ سے پوتر ہو گئے۔ اسلئے اب تم کو اونی کپڑوں کے دھارن کرنیکی ضرورت نہیں ہے۔ اب اُسی قوم کے بہت سے لڑکے شاستری تک بن چکے ہیں اور اُنکا حسب نسب بڑے بڑے اچھے خاندانوں سے ملتا ہے۔ سوچلو۔ اس لحاظ سے آدمی نیچ نہیں ہوتا۔ اگر تم انہیں نیچ نیچ کہہ کر پکارتے رہوگے تو ایک وقت آئیگا کہ وہ تم سے جدا ہو جائینگے۔ مثال ہے کہ ایک آدمی نے لڈو جو بانٹے اور اُنکو آدمیوں میں تقسیم کیا۔ ایک شخص نے جسکے ہاتھ پر لڈو رکھا تھا اپنا لڈو زمین پر پھینک دیا اور وہ ٹوٹ کر ریت میں مل گیا۔ لیکن جب دوسرے آدمیوں نے اپنا لڈو کھایا اور اُسکے سواد مزہ کا ذکر کیا تو وہ اپنے لڈو کو زمین سے اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور افسوس کرتا ہے کہ مینے یہ کیا کیا۔ لیکن لڈو مٹی میں مل چکا ہے۔ اسی طرح اگر تم انکو نفرت کی نگاہ سے دیکھوگے تو یہ دوسری قوموں میں جا ملینگے۔ اور جب تم کو اس لڈو پھینکنے والے آدمی کی طرح ہوش آیگا تو مثل یہ ہوگی کہ

جب آنکھ کھُلی گل کی تو موسم ہے خزاں کا

راون اور بھبیکن دونوں بھائی بھائی تھے لیکن راون بھبیکن کا نرادر کرتا ہے اور وہ راون کے دشمن مہاراجہ رامچندر جی کے ساتھ مل جاتا ہے۔ نرادر بھائی کو بھائی سے علیحدہ کر دیتا ہے۔ اگر میں بُرا ہوں تو اپنے گھر کے لئے۔ اگر میں دوسروں سے محبت کرونگا تو دوسرے میرے ساتھ بھی محبت سے پیش آئینگے اگر مجھ میں محبت نہیں تو میرا برتن ناکارہ ہے۔ ہندی دوہا ہے۔

اگر ڈھاہٹ ابھمان میں گئے بہت دن بیت   آؤ پیا مل بیٹھے بہے ہردے میں پریت

اصل بات یہ ہے کہ جنکو تم نیچ کہتے ہو اُنکو تمنے درحقیقت جانا ہی نہیں۔ بالمیکی جی جنہوں نے رامائن جیسا گرنتھ رچا ہے بھیل تھے۔ لیکن آج وہ رشی کہلاتے ہیں۔ اُنکی ابتدائی کہانی کسی سے پوشیدہ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ راستہ چلتے ہوئے مسافروں کو لوٹ کر وہ اپنا پیٹ بھرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سادھو جا رہا تھا تو والمیکی نے اُن سے کہا کہ تمہارے پاس جو کچھ ہے وہ رکھ دو
سادھو کہتا ہے کہ میں اپنا ڈنڈ کمنڈل دینے کو طیار ہوں لیکن ایک بات پوچھتا ہوں کہ تو جو اس بُرے
کرم سے دھن اکٹھا کرتا ہے کیا اس کرم میں تیرے خاندان والے بھی شریک ہیں یا اسکا ڈنڈ کیول
تجکو ہی بھگتنا ہوگا۔ یہ بات تو اپنے خاندان والوں سے پوچھ۔ والمیکی کہتا ہے کہ میں اس جال میں نہیں آنا
چاہتا۔ سادھو کہتا ہے کہ اگر تجھے میرا اعتبار نہیں ہے تو تو مجھے کسی درخت سے باندھ جا یا میرے ہاتھ
پاؤں رسی سے جکڑ کر چلا جا۔ والمیک سادھو کو درخت سے باندھ کر اُس پرشن کو اپنے گھر والوں سے جا کر
پوچھتا ہے۔ تو اُس کے رشتہ دار کہتے ہیں کہ ہم کو یہ مطلب نہیں ہے کہ تو ہمارے لئے دھن کس طرح
سے لاتا ہے۔ اگر تو بُرے کرم سے دھن اکٹھا کرتا ہے تو اسکا ذمہ وار تو ہی ہے۔ ہم کو اس سے کچھ
سروکار نہیں۔ والمیکی یہ جواب لیکر سادھو کے پاس آتا ہے اور سادھو کو وہ جواب سُناتا ہے
سادھو کہتا ہے کہ والمیکی بُرے کرموں کی وجہ سے تمہاری بدھی خراب ہو گئی ہے۔ دیکھو جن کی
وجہ سے تم ایسا نیچ کرم کرتے ہو وہ تمہارے ساتھی نہیں ہیں۔ والمیکی کہتا ہے کہ مہاتمن جی مجھے کچھ
اُپدیش کرو تاکہ میرا بھلا ہو۔ مینے غلطی کی اور اپنے کو گرا لیا ہے۔ سادھو کہتا ہے کہ تم پہلے تپ کرو۔
پھر تم پر اُپدیش کارگر ہوگا۔ کہا جاتا ہے کہ والمیکی نے اُسی جگہ بیٹھ کر اتنا کٹھور تپ کیا کہ اُنکے
جسم پر بمبی تک بن گئی۔ اس تپ کے بعد والمیکی جی نے یہ رامائن لکھی۔

یہ بات نہیں ہے جیسا کہ آج کل سمجھا جاتا ہے۔ چھوٹی چھوٹی قوموں کے آدمیوں نے ایسے کام
کئے ہیں جو تعجب خیز ہیں۔ یہ کوٹھی جس میں آج ہم سب موجود ہیں اس میں سب قسم کا مصالحہ لگا
ہوا ہے کیا اینٹ کہہ سکتی ہے کہ مینے یہ مکان بنایا میں بڑی ہوں۔ یا چونہ یہ کہہ سکتا ہے کہ میری
وجہ سے یہ کوٹھی قائم ہے۔ جو چونہ کا درجہ ہے وہی اینٹ کا ہے اور دونوں ہی ملکر اس کوٹھی کو قائم
کئے ہوئے ہیں۔ یہ ہی حالت دُنیا کی ہے۔ آپنے انکو نیچ نیچ کہہ کر اتنا بزدل اور دین بنا دیا ہے
کہ اگر آج کوئی ان سے عزت کے ساتھ پیش آتا ہے تو وہ اعتبار نہیں کرتے بلکہ سمجھتے ہیں کہ اس
آدر میں کوئی دھوکہ چھپا ہوا ہے۔ چھوٹی طاقت کی طرف خیال رکھو کیونکہ وہ بڑھ رہی ہے پراچین
زمانہ میں انگوٹھی چھوٹی ہی اُنگلی میں پہنی جاتی تھی۔ مطلب یہ کہ چھوٹوں کو سجانا۔ چھوٹوں کو اُٹھانا
پراچین آریوں کا کام تھا۔ ۹۱ کے عدد کو دیکھو جب تک ۹ ایک کی عزت کرتا ہے اور اُسکو
اپنی دائیں طرف رکھتا ہے تو ۹۱ ہے۔ لیکن جب اس نے انکار کیا۔ اور اُس کو

پیچھے گرایا تو ۱۹ رہ جاتا ہے۔ اسی طرح اگر تم چھوٹے آدمیوں کا خیال نہ کرو گے تو تمہارا گورو گھٹ جائیگا
انکی تعداد اگر بڑھتی ہے تو چھوٹی قوموں سے بڑھتی ہے اگر انکو نکالدیا جائے تو سوچو تمہاری کیا حالت رہ
جاتی ہے۔ اونچی قوموں میں ۱½ کروڑ عورتیں مردوں سے خالی اور ۱¾ کروڑ مرد عورتوں سے خالی ہیں۔
اور تخمیناً ۵۰ فیصدی آدمیوں کے اولاد ہی نہیں لیکن چھوٹی قوموں میں کوئی بیوا ہی پرش سنتان سے
خالی نہیں۔ قاعدہ تو یہ ہے کہ جو جوڑتا ہے وہ قابل عزت اور جو کھوتا ہے وہ نکالدیا جاتا ہے۔ اگر
نیچے کا نام نیچ مان لو آج مڈل کلاس کے ودیارتھی انٹرنس والوں سے نیچے اور انٹرنس والے ایف۔ اے
والوں سے۔ اور ایف۔ اے۔ بی۔ اے سے۔ گویا اس طرح سے سارے کے سارے ہی نیچ ہو جائینگے۔ سوچلو۔
جو درخت اپنے نیچے کی شاخوں سے ہرا بھرا ہے وہی جیوت ہے۔ اگر درخت کے نچلے حصہ کو پانی نہ دو۔
اور درخت کی چوٹی اور شاخوں میں پانی چھڑکتے پھرو تو درخت سوکھ جائیگا۔ پھر اگر کوئی عضو کاٹ
دیا جاوے جیسے ایک انگلی چھوٹ جائے تو میں کام کرسکتا ہوں۔ اگر ایک ہاتھ ٹوٹ جائے تو بھی کام
کرسکتا ہوں۔ لیکن اگر میری ایک ٹانگ ٹوٹ جائے تو میں چل ہی نہیں سکتا۔ کہا جاتا ہے کہ پرماتما
نے شودروں کو اپنے پاؤں سے بنایا ہے اور ساتھ ہی پرماتما کے پیروں کا پوجنا بھی لکھا ہے۔ جب کوئی
تپت ہو جاتا ہے تو ٹھاکر جی کی مورتی کا چرن امرت پلاتے ہیں لیکن "نباش کالے بپریت بدھی"
جب دن خراب آتے ہیں تو اُلٹی ہی سوجھتی ہے۔

پرانوں میں لکھا ہے کہ اکادشی کے دن ان نہیں کھانا چاہئے جو اناج کھاتا ہے وہ نرک میں
جاتا ہے۔ مطلب تھا کہ پندرہ دن کے بعد اگر انسان ایک دن نہیں کھائے گا۔ تو اُسکی اگنی بڑھ جائیگی
اندازہ ہے کہ اگر حاملہ، بچہ اور بیمار کو چھوڑ کر سب آدمی ایک دن نہ کھائیں تو پندرہ یوم کے بعد ۱۵ ہزار
ودیارتھیوں کا سامان اکٹھا ہو جاوے۔ اسی ودیا پرچار کا کام کتنا چل سکتا ہے۔ لیکن اصول بدل
گیا۔ اور آج اگر ان نہ کھاؤ تو بادہ کھالو پیڑے اُڑالو۔ گویا جس دن نہ کھانیکی ہدایت تھی اُس دن
سے ثقیل غذا کھانی شروع کردی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایک طرف ودیارتھیوں کا دروازہ رُکا اور دوسری
طرف وہ فائدہ حاصل نہ ہوا کہ جسکے لئے اکادشی برت تھا۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر آج میرے پاس ۲ سیر
بھوجن ہے تو میں ایک شخص کو تو ½ سیر دیتا ہوں اور دوسرے کے حلق میں زبردستی ۱¾ سیر ٹھونستا
ہوں۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک کی تو بھوک نہیں رفع ہوتی اور وہ کام نہیں کرسکتا اور دوسرا بہت

کھانے سے بیمار ہو کر کام نہیں کر سکتا - یہی حالت بھارت ورش کی ہے - ضرورت ہے کہ جہاں اپنے بچوں
کو پڑھاتے ہو وہاں انکا بھی خیال رکھو - انکی ودیا چھوٹی ہوئی ہے - اس لئے نیچ کہلاتے ہیں - اگر آج
انہیں تعلیم ملنے لگے تو یہی اونچے ہو جائینگے - اس لئے کسی کو نیچ نہ سمجھو بلکہ اپنے کرموں کو نیچ سمجھو -

(۵) نصیحت ہے کہ دشمن کا مقابلہ بہادری کے ساتھ کرو - بہادری انسان کا زیور ہے جو شخص بہادر
ہے وہی جگت میں کیرتی حاصل کرتا ہے - رامچندر جی نے یہ اُپدیش کیا کیونکہ راج کو خالی پاکر دشمن
چڑھ آتا ہے ایسا نہ ہو کہ اجودھیا کو کمزور پاکر دشمن حملہ آور ہو اور بھرت گھبرا جائے -

(۶) نصیحت ہے کہ مصیبت کے وقت دھیرج مت چھوڑو - جس وقت مصیبت آتی ہے اور استقلال
کو کھو دیتی ہے تو مصیبت دوگنی ہو جاتی ہے جو آدمی مستقل مزاج ہے وہ ہی مصیبت کو پار کر سکتا ہے
کہانی ہے کہ ایک راجہ تھا اُس نے ایک گھاس پھونس کا منڈپ بنایا اور اُس میں بہت سی دوکانات
لگوائیں - اور ایک میلا لگایا - اُس منڈپ کے دو دروازے رکھے - ایک اُنکے لئے جو مستقل مزاج آدمی تھے -
اور دوسرا دروازہ اُنکے لئے مقرر کیا کہ جن میں استقلال نہیں تھا - جب میلا خوب بھر گیا تو راجہ نے
اُس منڈپ کو آگ لگوا دی - جو دروازہ مستقل مزاج والوں کے لئے مقرر تھا تو اُنہوں نے انتظام کیا کہ چار
چار آدمی لائن باندھ کر دروازہ سے نکل جائیں اور اس انتظام سے وہ سب کے سب باہر ہو گئے لیکن
اُس دروازہ پر جو غیر مستقل مزاج والوں کے لئے تھا چار کی جگہ پچاس چالیس آئے - نتیجہ یہ ہوا کہ ایک نے
دوسرے کو باہر نہ نکلنے دیا اور سب اُسی جگہ جل کر ڈھیر ہو گئے - ایک آدمی جنگل میں جا رہا ہو - اور اُسکو
چور مل جائیں - اگر وہ استقلال سے بہادری سے کام لیتا ہے تو نقصان سے بچ جاتا ہے اور جہاں گھبراہٹ
پیدا ہوئی اور بزدلی نے دبایا تو کپڑا وغیرہ اپنے ہاتھوں سے اُتار کر رکھنے پڑتے ہیں - کبوتر بلی
کو آتا دیکھ کر اگر آنکھیں بند کرلے تو بچ نہیں سکتا - خرگوش اگر کتوں کو پیچھے آتے دیکھ کر جھاڑی
میں منہ چھپا لیتا ہے تو مصیبت ٹل نہیں جاتی - بلکہ مصیبت میں استقلال ہی دوست ہے - ۱۳ سال
ہوئے سیلون میں یہ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ کولمبو کے پاس ایک میلا تھا - کولمبو سے اُس میلہ کو
اگر سڑک سڑک جائیں تو ۵ - ۶ میل کا فاصلہ تھا - اگر ایک کھاڑی کو عبور کریں تو دو فرلانگ کا
ہی فاصلہ تھا - انسان تین وقت عموماً آدھا پاگل ہو جاتا ہے - ایک میلا کو چلتے وقت - دوسرے
ہندؤں کی برات کے وقت - اور تیسرے جب آدمی آئینہ دیکھتا ہے - کچھ آدمیوں نے کھاڑی کو ہی پار

کر کے پہنچنا سُگم خیال کیا۔ ایک ناؤ کرایہ کی۔ ناؤ میں ۲۰ آدمیوں کے لئے جگہ تھی۔ لیکن بیس کی جگہ پچیس چڑھ بیٹھے اور اُس میں ہنسی اور مذاق کرنے لگے۔ ملاح نے کہا کہ آرام سے چپ چاپ بیٹھو کیونکہ پانی ناؤ کے برابر آ رہا ہے۔ اگر ہلو جلو گے تو ناؤ کے پانی میں بیٹھ جانے کا خطرہ ہے۔ ملاح جہاں ڈوبنے کا نام لیا۔ تو سب گھبرا گئے۔ باپ بیٹے سے کہتا ہے تو میرے پاس آ بیٹھ۔ بھائی بھائی سے کہتا ہے تو میرے پاس چلا آ۔ اس آنے جانے کی وجہ سے ناؤ ڈھل مل ہونے لگی اور آخر کار ڈوب گئی۔ گویا موت کا نام سُنکر گھبراہٹ پیدا ہوئی اور موت کو خود بخود نزدیک بُلا لیا۔

(۶) دولتمند ہو کے ابھمان نہ کرو بلکہ انکسار اختیار کرو۔ فارسی مصرع ہے۔ "ہند شاخ پر میوہ سر بر زمین" جس شاخ میں پھل ہوتا ہے وہ خود بخود نیچے کی طرف جھکتی چلی جاتی ہے۔ یہ نیم ہے اور اسکے خلاف کہیں دیکھنے میں نہیں آتا۔ منشیہ کو اس قدرتی اصول سے سبق لینا چاہئے اور دولت پا کر غرور کرنا اور اُٹھنا اُسکے گورو کو کم کرنا اور اپنی شرافت پر شبہ پیدا کرانا ہے۔ جیون کا اودیشیہ کتنا اونچا ہے۔

۱۔ ساتوں نصیحتوں کو ماننے اور ان پر عمل کرنے سے انسان مکمل بنتے ہیں۔ انکو اپنے ہردے میں گرہن کرنے سے راجہ اپنی پرجا کا پالن اچھی طرح کر سکتا ہے۔ بھرت میں انکو گرہن کرنیکی شکتی تھی۔ آپ میں بھی یہ طاقت ہے۔ یہ باتیں بازار سے مول کو نہیں لائی جاتیں۔ آج دُنیا میں استقلال کہیں نہیں بکتا بہادری نہیں فروخت ہوتی بتمہارا من ان کا مرکز ہے۔ اسکے اندر یہ سب شکتیاں موجود ہیں۔ لیکن انکو نکالنا چاہئے گیہوں کے کھیت کے بیچ میں اکثر تمنے ایک پگڈنڈی سی بنی ہوئی دیکھی ہوگی وہ کیسے بنی ہے لوگ چکر کاٹنے کی بجائے اُسکے بیچ میں سے گزرنے لگتے ہیں۔ پگڈنڈی کے دونوں طرف گیہوں اچھا اُگا کھڑا ہے۔ لیکن پگڈنڈی کے بیچ میں ایک انکر نہیں نظر آتا۔ کیا کسان نے اُس جگہ بیج نہ ڈالا۔ بیج ڈالا گیا۔ لیکن اُس کے انکر کو راستہ چلنے والوں نے دبا دیا۔ اس طرح انسانوں میں سب طاقتیں موجود ہیں۔ لیکن بُری صحبت نے ان طاقتوں کو دبا دیا ہے۔ جو شخص تمہارے انتھ کرن کو ملن بناتا ہے اُسے متر۔ دوست سمجھنا غلطی ہے اور نہ اُس سے تم کو سُکھ مل سکتا ہے۔ ایک آدمی کی ایک پاگل سے محبت ہو گئی۔ وہ شخص اُس پاگل کے ساتھ ساتھ پھرا کرتا تھا۔ لوگوں نے کہا کہ بھائی تم پاگل کے ساتھ کیوں گھومتے پھرتے ہو وہ جواب دیتا ہے کہ مجھے اسکی حرکتیں اچھی لگتی ہیں۔ لوگوں نے سمجھایا کہ بھائی یہ دھوکہ ہے۔ کسی وقت یہی حرکتیں کہ جن کو تمنے اچھا سمجھا ہے

ہے۔ ایسی مصیبت میں پھنسائیگی کہ نکلنا محال ہو جائیگا۔ ایک دن وہ پاگل کے ساتھ جا رہا تھا اور ایک مینار کی سیر کرنے کے لئے وہ اُسکی سیڑھیوں چڑھنے لگے۔ جب اوپر پہنچے تو اُس پاگل کو خبط ہوا ہوا وہ اُس سے کہتا ہے کہ یہاں سے نیچے کودو۔ وہ عقلمند ہچکچاتا ہے۔ تو پاگل کہتا ہے کہ کودو تو کودو ورنہ میں دھکا دیتا ہوں۔ پاگل اور بچہ کے اندر ایک خاصیت یکساں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ کہ اِن کا خیال اگر پلٹنا چاہو تو جھٹ پلٹ جاتا ہے اُس نے سوچا کہ اگر زبردستی کرتا ہوں تو فضول ہے۔ اسکا خیال کسی طرح پلٹنا چاہئے۔ اُس نے سوچکر کہا کہ بھائی اوپر سے نیچے کودنا کونسی بہادری ہے۔ آؤ نیچے چلو وہاں سے اوپر کو کود کر تمہیں دکھاؤنگا۔ اس چال سے وہ پاگل کے ساتھ نیچے چلا آیا اور جان بچ گئی۔ اس طرح سے جو اُنکے ساتھ پھرتے ہیں کہ جن کے من پاگل ہیں۔ بیہودہ ہیں۔ وہ دھوکہ کھاتے ہیں اور مصیبت اُٹھاتے ہیں۔ ست سنگ سے اپنے من کو اچھا بناؤ تب یہ طاقتیں نشو ونما ہونگی۔ سوادھیائے کرو۔ نیک بنو اور رام چندر جی کی بتائی ہوئیں اُن سات نصیحتوں کو اپنے جیون میں دھارن کرو۔ تمہارا کلیان ہوگا+

ست سنگ کی مہما

شری سوامی سرودا نند جی کا ویا کھیان

بہ بلکچرہ ۲۵ جون ۱۹۱۶ء کی

(ریاست جموں میں)

(رپورٹر گو ورو)

نشچیہ نیم میں درڑھتا۔ سجن پُرشو! ہمارے شاستروں میں ست سنگ کی بڑی مہما ورنن کی گئی ہے۔ جب سے ہم لوگوں نے ست سنگ کو چھوڑا۔ طرح طرح کے دُکھ اُٹھا رہے ہیں۔ جتنے رشی مُنی اور مہاتما اِس دیش میں ہو گذرے ہیں وہ ست سنگ کے پرتاپ سے۔ ست سنگ کے نہ ہونے سے ہم چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت بڑا سمجھ رہے ہیں۔ ماتا پتا کا کہنا ماننا ہر ایک پُتر پُتری کا کرتویہ ہے۔ مگر آج اس میں بڑا مہتو سمجھا جا رہا ہے۔ جب رام چندر جی کی ماتا نے اُن سے پوچھا کہ کیا آپ پتا کا کہا مانینگے؟ تو اُن کو بڑا غصہ آیا۔ اور اُنہوں نے کہا کہ کیا کوئی ایسا پُتر بھی ہے۔ جو پتا کا کہا نہ مانے۔ آج جو دو وقت سندھیا کرتا ہے۔ وہ اپنے میں پھولا نہیں سماتا۔ مگر یہ کوئی۔

خاص مہتو کی بات نہیں۔ جس طرح روٹی کھانا اوشیک ہے۔ اُسی طرح پرماتما کا سمرن بھی ضروری ہے
اپنے نتیجہ نیم میں پراچین آریہ کس طرح تت پر تھے۔ اس کا ایک اداہرن دیتا ہوں۔ مہاراجہ رامچندر
کے بھیجے ہوئے ہنومان جب لنکا میں پہنچے ہیں۔ اور اُنہیں جانکی جی نہیں ملتیں۔ تو وہ باٹیکا کے
قریب ندی پر پہنچے ہیں۔ اور من میں یہ بھاو ہے۔ کہ اگر جانکی جی جیتی ہیں۔ تو اوشیہ ہی وہ سائنکال
کے سمئے ندی کے تٹ پر سندھیا کرنے آویںگی۔ موت میں تو شک ہے۔ مگر سندھیا میں شک نہیں

کو سنگ اور ست سنگ:۔ اِن دنوں میں لوگ آم چوستے ہیں۔ مگر لذت نہیں آتی۔
کیونکہ اُن میں ابھی مٹھاس نہیں ہوئی۔ مگر جب بارش ہو جاویگی۔ وہ سوادشٹ ہو جاوینگے۔ یہی قاعدہ
منش جیون کا ہے۔ ست سنگ روپی امرت کو پاکر منش دھرماتما بن جاتا ہے۔ کو سنگ سے نہ صرف اپنا
آپ ہی خراب کرتا ہے۔ بلکہ جن سموہ کے لئے بھی ہانی کارک ہوتا ہے۔ جیس طرح ہوا مٹی کو اوپر لے
جاتی ہے۔ مگر پانی اُسکو کیچڑ میں ملاتا ہے۔ ٹھیک۔ اسی طرح ست سنگ منش کو اوپر اُٹھاتا ہے۔
اور کو سنگ مٹی میں ملاتا ہے۔

کس طرح کو سنگ منش کو گراتا ہے۔ اسکا درشٹانت ابھی مجھے ریل میں ملا۔ ایک آدمی گاڑی میں
سگرٹ پینا چاہتا تھا۔ وہ دیا سلائی سگرٹ کو لگاتا۔ مگر ہوا سے بُجھ جاتی۔ دو تین مرتبہ اُس نے
ایسا کیا۔ مگر کام نہ بنا۔ آخر وہ اُٹھکر پاخانہ میں چلا گیا۔ اور وہاں جاکر اُس نے سگرٹ کو جلایا۔
پاخانہ جاتے سمئے تو منش ناک اور مُنہ پر کپڑا ڈال لیتے ہیں۔ مگر سگریٹ کا کو سنگ اُسکو پاخانہ میں لے گیا
شاستروں میں کہا گیا ہے کہ ست سنگ کو سنگ سے رہت ہو کر کرو۔ پندرہ سیر حلوہ میں اگر
ایک تولہ زہر ملایا جائے۔ تو سارا حلوہ زہر ہو جاویگا۔ مگر ایک تولہ زہر میں پندرہ سیر حلوہ ملادینے
سے بھی زہر حلوہ نہیں بنے گا۔ کھوٹے کا کو سنگ نیک پر بھی آفت لے آتا ہے۔

ہنس اور کوا ایک برکھش پر اکٹھے رہتے تھے۔ کوا بڑا اسی کٹل جانور ہے۔ وہ دل میں ہنس سے
دویش رکھتا اور بظاہر دوستی کا دم بھرتا تھا۔ ایکدن دوپہر کے سمئے ایک مسافر برکھش کے نیچے
آکر سو گیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس پر دھوپ آ گئی۔ ہنس نے دیکھا۔ کہ تھکا ماندہ مسافر پڑا ہے۔
دھوپ کی گرمی سے وہ جلد جاگ اُٹھیگا۔ اس نے اپنے پر پھیلاکر اُسپر چھایا کر دی۔ مسافر کو آرام
مل گیا۔ کوے نے بھی اسکو دیکھا۔ اور من میں سوچا۔ کہ آج ہنس سے بدلہ لینے کا بہت اچھا موقعہ

ملتا ہے۔ اُس نے ہنس کے نیچے ہو کر مُسافر کے مُنہ میں بیٹھ کر دی۔ اور اُڑ گیا۔ گرم گرم بیٹھ کا پڑتا تھا۔ کہ مسافر کی نیند کھُل گئی اور اُسنے دیکھا۔ کہ ہنس پر پھیلائے درخت پر بیٹھا ہے۔ اُسے غصہ آیا۔ کہ اس نے میرے مُنہ میں بیٹھ کر دی ہے۔ فوراً اُسے اپنی بندوق کا نشانہ بنایا۔ آپ نے دیکھا کہ کس طرح کو سنگ کے کارن نیکی کا بدلہ بدی ملا۔

سنسار میں ست سنگ کی بڑی کمی ہو رہی ہے۔ دلوں میں دھرم کے لئے شردھا نہیں رہی جو پراچین کال میں تھی۔ آپ اُپدیش سُن رہے ہیں۔ ذرا سی کہیں کھڑکھڑاہٹ ہو آپ بھاگنے کو تیار ہیں۔ مگر ایک سمے مہاتما بُدھ کا اُپدیش ہو رہا تھا۔ اتنے میں بھونچال آ گیا۔ کئی مکان گر گئے۔ مگر جو لوگ اُپدیش سُن رہے تھے۔ اُنہوں نے ہلنے کا نام نہیں لیا۔

ایک کوی نے ست سنگ اور کو سنگ پر بہت اچھا کہا ہے ؎

ست سنگ اور کو سنگ میں بڑا انتر جان — گاندھی اور لوہار کی دیکھو بیٹھ دوکان

لوہار کی دوکان پر بیٹھنے سے گرم لوہے کی چنگاڑی سے آپ بچ نہیں سکتے۔ اسی طرح گندھی کی دوکان پر بیٹھنے سے چاہے آپ نے عطر نہ ہی لیا ہو۔ خوشبو اوشیہ ہی آپ کے دماغ کو معطر کریگی۔ یہی ست سنگ اور کو سنگ میں فرق ہے۔

ست سنگ سے لابھ۔ ست سنگ سے کیا کچھ لابھ ہوتا ہے۔ اسکو شاستر کاروں نے بڑے وستار سے ورنن کیا ہے۔ مگر یہاں ایک دو موٹی موٹی باتیں بتلا کر میں اپنے کتھن کو سماپت کرونگا۔ پہلی بات "جاڈیم دھیئو ہرتی" ست سنگ بُدھی کو نرمل اور سوکھشم بنا دیتا ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں کہ پرماتما نظر کیوں نہیں آتا۔ اُپنشدوں میں بتلایا ہے کہ وہ نظر آتا ہے۔ مگر سوکھشم درشٹی سے۔ کھانڈ مٹی میں مل گئی۔ اب آپ سے وہ الگ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ آپکے پاس اتنا سوکھشم اوزار نہیں۔ مگر چیونٹیاں اس کو ایک منٹ میں علیحدہ کر دینگی۔ ایسی ہی ست سنگی پُرش کی بُدھی نرمل ہو جاتی ہے۔

دوسرا لابھ ست سنگ سے یہ ہوتا ہے:۔ "سینچتی واچیم ستیم" ست سنگ سے بانی میں سچائی آ جاتی ہے۔ اسی لئے کہا ہے ؎ جہاں سچے وہاں آپ — جہاں جھوٹ وہاں پاپ

آج کل مہاتما شبد کی بڑی مٹی پلید ہو رہی ہے۔ پارٹیاں اور دھڑے بندیاں اپنے اپنے آدمیوں کو مہاتما کی اُپادھیاں دے رہی ہیں۔ مگر شاستر بتلاتے ہیں کہ جس پُرش کا من، بانی اور کرم

ایک ہے۔ وہ سچا مہاتما ہے۔ جس کے من میں کچھ۔ دکھلاوے کے لئے کچھ اور بانی میں کچھ اور۔ اور اپنے فائدہ کے لئے کرم کچھ اور کرتا ہے۔ وہ دُشٹ آتما ہے۔ اب آپ سوچ لو۔ کہ ہم میں سے کتنے مہاتما ہیں؟ ذرا ذرا سی بات پر جھوٹ بول دیتے ہیں۔ سچ اور جھوٹ کی تمیز نہیں رہی۔ آج کل بہت سے جھوٹ پاپ ایسی کے نام پر بولے جاتے ہیں۔ یہ ساری خرابیاں ست سنگ سے دور ہو سکتی ہیں۔

تیسرا فائدہ "**ما نو بنیتم ورشیہ**" لوہا پانی میں ڈوب جاتا ہے۔ مگر لکڑی کے ساتھ لگنے سے تیر جاتا ہے۔ اسیطرح بُرے سے بُرا پُرش ست سنگ سے نیک بن جاتا ہے۔ بالمیک کی مثال آپکے سامنے ہے۔ وہ بالمیک جو دن رات ڈاکے مارا کرتا تھا۔ ایک سادھو کے ست اُپدیش سے سُدھر گیا۔ اور جب تک سنسکرت کی ایک بھی پُستک باقی ہے۔ اُسکا نام امر رہے گا۔ کہا ہے "**ست سنگی کم نہ کروتی پُنساً**" اُپدیش کے اثر کا ہر ایک کے لئے کوئی سمے ہوتا ہے۔ ہزاروں اُپدیش سُنے جاؤ۔ اثر نہیں ہوتا۔ مگر ایک وقت ایسا ہوتا ہے۔ جب سادھارن سی بات سے من پر چوٹ لگ جاتی اور اثر ہو جاتا ہے۔ ابھی میں منٹھا ٹوانہ میں گیا۔ اُپدیش کے دوران میں سادھارن ریتی سے مینے مانس بھکشن کا نشیدھ کیا۔ اور کہا کہ اسکا کھانا دھرم کے وِردھ ہے۔ اُسی سمے وہاں کا ایک رئیس کھڑا ہو گیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا۔ کہ مہاراج میں آج سے مانس کو چھوڑتا ہوں۔ اور ساتھ ہی حقہ کا پینا بھی چھوڑتا ہوں۔ مگر یہاں کتنا ہی مانس کے وِرودھ کہا گیا۔ اثر نہیں ہوا۔ پرنتو سمے آویگا۔ جب یہی اُپدیش اُنکے آتما پر بھی چوٹ لگا دیگا۔

ایک پُرش کی دوسری استری ہمیشہ اُسکو پہلی استری کے لڑکے کے خلاف بھڑکاتی رہتی تھی۔ اُس کا خیال تھا کہ اگر یہ مر جائے تو میرا لڑکا ایک دن ہماری ساری جائداد کا مالک ہو گا۔ روز کے کہنے سُننے سے خاوند پر اثر ہو گیا۔ اور وہ ایک دن اپنے لڑکے کو مارنے کے لئے کھیت میں ساتھ لے گیا۔ اب اُسکا یہ حوصلہ نہ پڑتا تھا۔ کہ اپنے لختِ جگر کو کسی چُھری یا تلوار سے مار دے۔ چاہتا یہ تھا کہ کسی طرح یہ ہل کے نیچے آ جاوے۔ اور بغیر کسی بیرحمی کے مر جاوے۔ چھوٹا سا لڑکا اُسکے آگے پیچھے پھرتا۔ اور اُسکا باپ ہل کو بار بار اُسکی طرف لاتا۔ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ اسی طرح کرتا رہا۔ کہ اتنے میں اسکا ہل ایک چھوٹے سے پودے میں جا لگا۔ لڑکے نے شور مچایا۔ کہ پتا جی ہل کو اس طرف مت لاؤ۔ باپ نے سبب پوچھا۔ اُس نے بتلایا کہ ننھا سا پودا اُکھڑ جائیگا۔ باپ نے کہا پھر کیا ہو گا۔ اور پیدا ہو جائیگا۔ لڑکے نے کہا دوسرے کا پیدا ہونا یقینی نہیں

مگر جو پیدا ہو چکا ہے - یہ تمہارے بل سے اکھڑ جائیگا - اِن شبدوں سے باپ کے دل پر بڑی گہری چوٹ لگی - اور اُس نے اپنے پُتر کو اُٹھا کر گلے سے لگایا - اور گھر آکر اپنی استری کو ایسا ڈانٹا - کہ پھر اُسنے کبھی لڑکے کے خلاف نہیں کہا -

ایک اور اُداہرن دیکر پھر آگے چلتا ہوں - ایک ڈاکو ہمیشہ راہگیروں کو تنگ کرتا اور انکا مال اسباب لُوٹ لیا کرتا تھا - ایکدن ایک مہاتما پُرش گھوڑے پر سوار وہاں سے گذرا - ڈاکو نے کہا کہ اپنا گھوڑا مجھے دیدو - اور اگر تم نے اپنی منزلِ مقصود پر پہنچنا ہے - تو میرا اونٹ تم لیجاؤ - مگر وہ نہ مانا - تب ڈاکو نے اُسکو کہا اب تم ہوشیار رہنا - میں نے یہ گھوڑا ضرور لے لینا ہے - یہ کہکر وہ دوسرے راستہ سے ہوکر بیمار سادھو کا بھیس بدلکر راستہ میں پڑ گیا - اور آہ و زاری کرنے لگا - گویا کہ وہ درد سے تڑپ رہا ہے - اتنے میں اُس مسافر کا وہاں سے گذر ہوا - سادھو کو اسطرح تڑپتے دیکھکر اُس سے نہ رہا گیا - اُس نے سادھو سے پوچھا کہ آپکو کیا تکلیف ہے؟ جواب ملا - میں پیٹ درد سے تڑپ رہا ہوں - مسافر نے کہا کہ آپ میرے گھوڑے پر سوار ہو جائیں - میں آپکو ہسپتال پہنچا دیتا ہوں - سادھو نے کہا کہ مجھ سے ہلا نہیں جاتا - مسافر نے اپنی کمر پر اُٹھا کر اسے گھوڑے پر سوار کرا دیا - جونہی وہ گھوڑے پر چڑھا - اُسکو ایڑی لگائی اور مسافر سے پچاس قدم دور ہو اپنے اصلی بھیس میں آکر کہا - کیوں بھئی گھوڑا لے لیا یا نہیں - اُسوقت تو تُو لیکر بھی گھوڑا نہیں دیتا تھا - اُس نے کہا - بیشک تم نے گھوڑا لے لیا - اور میں اُس سے واپس بھی نہیں مانگتا مگر ایک بات میری ضرور ماننا - ڈاکو نے کہا وہ کیا؟ جواب دیا - کہ کسی سے ذکر نہ کرنا کہ تم نے سادھو کا بھیس بدلکر گھوڑا لیا ہے - ورنہ نیکی کا دروازہ سب کے لئے بند ہو جاویگا - اچھے سے اچھے سادھو کے متعلق لوگ ڈاکو کا شبہ کرینگے - پس ان شبدوں نے ڈاکو کے من پر چوٹ لگا دی اور وہ ہاتھ باندھ کر کھڑا ہو گیا - گھوڑا واپس دیدیا اور کہا کہ مجھے کچھ اور بھی اُپدیش کر جاؤ - اسی لئے اُپدیش ہر موقعہ اور ہر جگہ پر دیا جاتا ہے - نامعلوم کس سمے کس پر اثر ہو جائے - اِس طرف کے لوگوں سے تو ست سنگ بالکل دور ہو چکا ہے برہما میں ابھی تک دھرم پر ہیں -

وہاں ایک پُرش کا جوان لڑکا مر گیا - متواتر تین چار دن تک اُنکو روتا پیٹتا دیکھکر اُنکے کچھ پڑوسی آئے اور اُس سے اپنے روپیہ کا تقاضا بڑے زور سے کرنے لگے - وہ حیران تھا - کہ ایک لڑکے کی موت کی مصیبت - اور دوسرا روپیہ کی طلبی - اُسنے وجہ پوچھی - جواب دیا - کہ تم لوگ امانت میں خیانت کرنیوالے معلوم ہوتے ہو - پرماتما نے تمہارے پاس وہ لڑکا بطور امانت بھیجا تھا - اُسکو ضرورت ہوئی اُس نے اپنی امانت واپس لے لی - اب تم تین چار دن سے واویلا مچا رہے ہو - جب پرماتما کی امانت دینے میں تمنے اتنا واویلا مچایا ہے - تو ہماری امانت تم کیوں دینے لگے ہو؟ یہ کہنا تھا کہ سارا پریوار خاموش ہو گیا - اُنکے دل میں شانتی آگئی - یہ ہے ست سنگ ضرورت - کہ پھر تم لوگ بھی ست سنگ کیا کرو

آریہ سماج مصیبت کو بلا رہا ہے۔ آریہ سماج جسنے دُنیا کو ست سنگ کے جھنڈے تلے لانا تھا۔ مگر یہ بد قسمت خود ہی خانہ جنگی میں پھنس گیا۔ جدھر جاؤ۔ اسکی خانہ جنگی کی خبر ہی سُننے میں آتی ہے۔ مگر یاد رکھو آریہ سماج بڑی بھاری وِپتی کو خود بلا رہا ہے یقین رکھو کہ اسپر سخت مصیبت آئیگی۔ اور اس سمے آپس میں تمام ورودھی طاقتیں مل جاوینگی۔ مگر اس میل سے کچھ نہ بن سکیگا + بنگال میں ایکدفعہ سخت طغیانی آئی۔ بہت سے مکانات سینکڑوں منش اور جانور پانی میں بہ گئے۔ مگر پانی کے چاروں طرف ایک اونچی جگہ پر ایک نیولا۔ سانپ۔ نجانے شیر۔ بلی۔ کُتا اور ایک سیاہ موذی اژدہا۔ ایک آدمی اور اس قسم کی اور کئی مخالف طاقتیں اکٹھی ہو گئیں۔ اب نیولا سانپ کی طرف آنکھ نہیں اُٹھاتا۔ شیر گائے کی طرف نہیں دیکھتا اژدہا آدمی کی طرف نہیں لپکتا۔ مصیبت سمے ان سب کا ودیش بھاو دور ہو چکا۔ مگر اس میل ملاپ سے کچھ فائدہ نہیں۔ کیونکہ سب کی شکتی نشٹ ہو چکی ہے۔

اسی طرح آنے والی وپتی کے سمے اگر آریہ سماج کی پارٹیاں آپس میں مل بیٹھیں۔ تو اس سے کیا لابھ۔ ان کی خانہ جنگیاں تو آریہ سماج کو پہلے ہی کمزور کر چکی ہونگی۔ اسلئے آؤ۔ اب بھی باز آجاؤ۔ اور اس وپتی کو نہ بلاؤ۔

کیا صرف پُستکوں سے ست سنگ کیا جائے ست سنگ مہاتماؤں کے بچنوں دوارا ہی نہیں ہوتا بلکہ اُنکے لیکھ دوارا بھی ہو سکتا ہے۔ ایک راجہ کا وزیر چھ مہینے کی چھُٹی لیکر جنگل میں چلا گیا۔ وہاں اُسنے کچھ عرصہ بعد راجہ کو پتر لکھا۔ کہ میں شانتی کی گنگا میں روز سنان کرتا ہوں اور مہامنی پتنجلی اور گوتم سے ست سنگ ہوتا ہے۔ راجہ حیران ہوا۔ کہ پاتنجلی اور گوتم کہاں؟ یہ وزیر نے جھوٹ لکھا ہے۔ وہ خود اسکے ملنے کے لئے گیا۔ جاکر دیکھا تو اسکا وزیر جنگل میں ایک جھونپڑی بنا کر واس کر رہا ہے۔ ایکدو دن اسکے پاس رہ کر راجہ نے دریافت کیا کہ یہ بات تو درست ہے۔ کہ آپ شانتی کی گنگا میں سنان کرتے ہیں۔ پرنتو پاتنجلی اور گوتم کا ست سنگ کہاں۔ وزیر نے جھٹ اپنے بستے سے یوگ اور نیائے شاستر نکال کر راجہ کے سامنے رکھدیئے اور کہا۔ کہ بتلائیے۔ آپ پاتنجلی اور گوتم رشی سے کیا پوچھتے ہیں؟ یہ ہے پُستکوں کا ست سنگ۔ مگر آج کل کے نوجوان ناول اور اسی قسم کی دوسری واہیات پُستکیں پڑھکر اپنے بل ویریہ کا ناش کر رہے ہیں۔ ہمیشہ ایسی پُستکوں کو پڑھو جن سے جیون بنتا ہے۔ ایکسمے مہاتما رشی دیانند نے ست سنگ لگایا۔ اُسی کا پھل ہے کہ اسوقت بیسیوں جگہ ست سنگ ہو رہا ہوگا۔ یہ ست سنگ رشی دیانند کا ست سنگ ہے۔ گاڑی انجن نہیں بن جاتی لیکن انجن کے ساتھ لگنے سے گاڑی کی رفتار بہت تیز ہو جاتی ہے۔ اسیطرح ہم اگر رشی نہ بھی بن سکیں۔ تو رشیوں کے ست سنگ سے ہمارے دھرماتما بننے میں سندیہ نہیں رہتا۔ اسلئے ہمیں چاہئے کہ رشی دیانند کے نقش قدم چلیں۔ اس سے اپکا لشن ہوگا۔ اور آنیوالی نسل سدھریگی۔

ملنے کا پتہ:- امیر چند آریہ سیوک وچھووالی بازار پوٹہال ہرچرن شہر لاہور (پنجاب)

(جملہ حقوق محفوظ ہیں جس کتاب پر مصنف کے دستخط نہ ہونگے وہ مال مسروقہ ہوگا)

Conscience is the highest of all courts.

دھرم اپدیش پھول مالا

سب سے اونچا اخلاق، پرماتما کی محبت ہے

بار اول

ایک دِل کی ضرورت ہے

ماں سے زیادہ مہربان اور باپ سے زیادہ سنہی پرماتما! میں بندھے ہوئے ہاتھوں اور جھکے ہوئے سر اور تپے ہوئے سینے کے ساتھ آپکے دربار میں حاضر ہوتا ہوں۔ دولت کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ ناپائدار ہے اور بیشمار بُرائیوں کا مخزن ہے۔ طاقت کے لئے نہیں کیونکہ یہ بھی کمزوری میں تبدیل ہو جانے والی شے ہے۔ اور یہ ایسی چیز ہے جسے حاصل کرنا تو مشکل نہیں۔ مگر حاصل کرکے اُسے آدمیوں کی طرح استعمال کرنا بڑا مشکل ہے۔ خوبصورتی کے لئے نہیں۔ کیونکہ یہ بدصورتی میں بدل جانے والی چیز ہے۔ اور نیز اس لئے کہ یہ خوبصورتی ہی ہے۔ جو انسان کو ٹھوکر کھلانے کا موجب بنتی ہے۔ اونچے اونچے مکانوں کے لئے بھی نہیں۔ کیونکہ یہ آج کل میں ہی مٹی کا ڈھیر ہو جانے والے ہیں اور نیز اس لئے کہ ان اونچے مکانوں پر چڑھ کر انسان دوسری طرف نیچے گر جاتا ہے۔ یار دوستوں کے لئے بھی نہیں کیونکہ اُن کی دوستی کا کوئی بھروسہ ہی نہیں۔ اور نیز اس لئے کہ یار دوست مجھے فائدہ پہنچا ہی کیا سکتے ہیں۔ مہربان باپ! میں ان چیزوں کے لئے آپ کے دربار میں حاضر نہیں ہوتا۔ دیں یا نہ دیں۔ آپ کی مرضی پر منحصر ہے۔ یہ اشیاء معمولی ہیں۔ مگر جس چیز کے لئے میں پرارتھنا کرتا ہوں وہ غیر معمولی چیز ہے۔ سوامی! مجھے ایک دل کی ضرورت ہے۔ ایسا دل جو محض گوشت کا لوتھڑا نہ ہو۔ جو محض متحرک کرنے والی مشین نہ ہو۔ بلکہ مجھے ایسے دل کی ضرورت ہے جس میں احساس ہو اور سچا احساس ہو۔ جس میں بنی نوع انسان کے لئے پریم کا دریا لہریں مار رہا ہو۔ مجھے ایسے پیا ہیانہ دل کی ضرورت ہے۔ جو سخت سے سخت تکالیف و مصائب کے دوران میں بھی دھڑکنے اور کانپنے نہ لگ جائے آسمان سے آگ کی بارش ہو۔ اور زمین سے گندھک کی ندیاں پھوٹ نکلیں۔ مصیبتیں۔ آفتیں۔ صعوبتیں آئیں۔ ایک طرف تلوار ہو۔ دوسری طرف بندوق ہو۔ آگے کنواں ہو۔

پیچھے کھائی ہو۔ مگر میرا دل مجھے جواب نہ دے۔ اپنی جگہ سے اِدھر اُدھر نہ ہو۔ پتا مجھے ایسے سخی دل کی ضرورت ہے۔ جو لاکھوں کی پرواہ نہ کرے۔ اور اصول کو چھوڑنے کی جگہ ہزاروں پر لات مارنا پسند کرے۔ چنے چبا کر شریفانہ زندگی بسر کرنے کو پاپ سے امیرانہ ٹھاٹ باٹ سے رہنے پر ترجیح دے۔ پربھو مجھے ایسے بھگت دل کی ضرورت ہے جو آپکے چرنوں میں ہی جھکا رہے۔ اور دُنیا کی طرف پیٹھ کرکے آپ کے قدموں کا سایہ ڈھونڈے۔ سوامن مجھے ایسے مستقل مزاج دل کی ضرورت ہے۔ جو ٹوٹ جانا پسند کرے۔ مگر جھکنا گوارا نہ کرے۔

بس ایسے دل کی مجھے ضرورت ہے۔ کلپتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ۔ ڈبڈبائی ہوئی آنکھوں کے ساتھ۔ اور چکراتے ہوئے سر کے ساتھ پرارتھنا ہے۔ کہ دُنیا کے خالق ایسا دل مجھے دے۔ اور زخم پر مرہم رکھ دے۔ ورنہ میری چھاتی میں دِل نہیں۔ پتھر کا ٹکڑا رکھ دے۔

When all The blandishments of life are gone, The coward sneaks to death, The brave live

ایشور وشواس

کشتی خدا پہ چھوڑ دو لنگر کو توڑ دو

انسان گھبرایا ہُوا ہے۔ اُس کی آنکھوں میں آنسو اور دل میں جلن ہے۔ اُسکے ہاتھوں میں رعشہ اور پاؤں میں کمزوری ہے۔ وہ دنیا پر نظر مارتا ہے۔ اور کلیجہ پکڑ کے رہ جاتا ہے۔ وہ چاروں طرف دیکھتا ہے اور ٹھنڈے سانس بھرنے لگ جاتا ہے۔ رات کی تاریکی اسے روتا ہوا پاتی ہے دن کی روشنی اُسے رنجیدہ دیکھتی ہے۔ گرمی ہیں اور سردی میں۔ بہار میں اور خزاں میں جنگل میں اور شہر میں۔ اُسکے رخساروں پر وہی آنسو بہتے رہتے ہیں۔ اگر اسکے ساتھ کسی نے مکاری کی ہے۔ تو وہ دنیا کو مکاری کا گھر سمجھ بیٹھا ہے۔ اگر اس کے ساتھ کسی نے بیوفائی کی ہے تو وہ تمام دنیا کو ہی بیوفا سمجھ بیٹھا ہے۔ اور سر پر ہاتھ رکھ کر رو رہا ہے۔

"کیا کروں؟ پتا میں کیا کروں؟ کیا کروں اور کہاں جاؤں" یہ الفاظ اس کی زبان پر رہتے ہیں

پرماتما کا دربار ہر کسی کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ اصول ہے کہ مانگو اور تمہیں دیا جائیگا۔ کھٹکھٹاؤ اور تم پر کھولا جائیگا۔ دیا جاتا ہے اُسے جو مانگتا ہے۔ کھولا جاتا ہے۔ اس پر جو کھٹکھٹاتا ہے۔ پھر کیا یہ کبھی ممکن ہے۔ کہ انسان اس دل کے ساتھ جو سچے آنسوؤں کے ساتھ دھویا جا چکا ہے۔ پرارتھنا کرے اور پرماتما نہ سنے۔ ہرگز نہیں۔ رنج کی گھٹا برسنے دو۔ پشچاتاپ کے آنسو بہنے دو۔ دل کی میل دُھلنے دو۔ آنے دو۔ آنے دو۔ اس تیز رفتار پہاڑی ندی کو۔ جو چشم زدن میں مکاری کو اور ریاکاری کو فریب کو اور دوکانداری کو نمائش اور دنیاداری کو اپنے ساتھ بہا کر لیجاتی ہے۔ چھوڑ دو اپنی مرضی چھوڑ دو۔ تیاگ دو اپنی اہنتا کو تیاگ دو۔ بھول جاؤ اپنے آپ کو بھول جاؤ۔ اپنی مرضی کو پرماتما کی مرضی میں اور اپنے آپ کو پرماتما کے ہاتھ میں چھوڑ دو۔ اس طرح چھوڑ دو۔ جس طرح مریض اپنے آپ کو ڈاکٹر کی چھری کے آگے چھوڑ دیتا ہے۔ مریض چھری دیکھکر چلاتا ہے۔ تم ایسا نہ کرو۔ چپ چاپ پڑے رہو اور بےحس و حرکت پڑے رہو۔ کیونکہ یہ داناؤں کا راستہ ہے۔ یہی راستہ ہے۔ جس پر چلنے سے حقیقت کا انکشاف ہوگا۔ اب تمہاری طبیعت ڈانواڈول نہیں رہیگی۔ بلکہ اس میں ایک استقلال ہوگا۔ تم دیکھوگے۔ اور محسوس کروگے۔ کہ رنج کی جگہ راحت تکلیف کی جگہ خوشی اور پریشانی کی جگہ امن نے لے لی۔ اب تم روؤگے نہیں۔ بلکہ چنڈول کی طرح خراٹے بھروگے اور مزے سے خوشی کی سروں میں خوشی کے گیت گاتے پھروگے۔ یہ وہ وقت ہوگا۔ جب تمہیں آئے کی خوشی نہ ہوگی اور گئے کا رنج نہ ہوگا۔ تم پرماتما کی مرضی کے خوبصورت راستے میں چلوگے۔ اور تمہارا سینہ خوشی سے بھر جائیگا۔

مداری کا تماشہ

پتلی کیا ہے؟ لکڑی کا کھلونا نہ وہ چل سکتی ہے۔ نہ ہل سکتی ہے۔ اُسے دھوپ میں رکھ دو۔ پڑی رہیگی۔ اُسے پانی میں پھینک دو۔ وہ نکلنے کی کوشش نہیں کریگی۔ اُسے کپڑے پہنا دو۔ وہ پہن لیگی۔ اُتار دو۔ وہ خاموش رہیگی۔ اُسے مار دو وہ زبان نہیں ہلائیگی۔ توڑ ڈالو

اُسے عذر نہیں۔ پھر جوڑ لو۔ اُسے خوشی نہیں۔ نہ اس میں زندگی ہے۔ نہ حرکت ہے نہ طاقت
ہے نہ ہمت ہے نہ خواہش ہے نہ رضی ہے۔ وہ جڑ ہے وہ مردہ ہے۔ یہ حالت دن کی
حالت ہے رات کو یہی بیجان پُتلی اُٹھتی ہے۔ بیٹھتی ہے۔ چلتی ہے۔ دوڑتی ہے۔ ہاتھ
اُٹھاتی ہے۔ پاؤں کو حرکت دیتی ہے۔ منہ کھولتی ہے۔ آنکھیں جھپکتی ہے۔ دوسروں پر
چوٹ کرتی ہے۔ اپنی باری میں طرح دے جاتی ہے۔ ناواقف انسان یہ دیکھتا ہے اور
حیران رہ جاتا ہے۔ مگر پردے کے پیچھے چلے جاؤ اور تم دیکھو گے کہ ایک زندہ انسان
ہے۔ جس نے اس مردہ پُتلی میں زندگی پیدا کر رکھی ہے۔ یہ اسی کی طاقت ہے۔ جو اُسے
حرکت دیتی ہے۔ یہ اسی کی مرضی ہے۔ جو اُسے چلاتی ہے۔ یہ اسی کی خواہش ہے۔ جو اُسے دوڑاتی ہے۔ یہ اسی کے
ہاتھ کا اشارہ ہے۔ جو اُسے لڑاتا ہے۔ یہ اسی کے پاؤں کی حرکت ہے۔ جو اُسے لٹا دیتی ہے۔ یہی تماشہ ہے جس پر
نادان انسان لٹو ہو جاتے ہیں۔ اے کاش! وہ اس سے بھی زیادہ عجیب مداری کی طرف
متوجہ ہوتے جس نے ہمارے مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک رکھی ہے۔ جو مٹی کے
پتلے کو رولاتا ہے۔ ہنساتا ہے۔ چلاتا ہے۔ سلاتا ہے۔ جگاتا ہے۔ بٹھاتا ہے۔ وہ ہماری
آنکھوں میں بیٹھا دیکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے کانوں میں بیٹھا سُن رہا ہے۔ وہ ہماری زبان
میں بیٹھا چکھ رہا ہے۔ وہ ہمارے ناک میں بیٹھا سونگھ رہا ہے۔ وہ ہمارے دل میں
بیٹھا دھڑک رہا ہے۔ وہ ہمارے منہ میں بیٹھا بول رہا ہے۔ وہ ہمارے دانتوں میں
بیٹھا کاٹ رہا ہے۔ اگر وہ اپنی تار کا رشتہ ہمارے جسم سے کاٹ ڈالے۔ تو ہم مردہ ہو
جائیں۔ نہ ہم کھا سکیں۔ نہ پی سکیں۔ نہ چل سکیں۔ نہ دوڑ سکیں۔ آنکھیں ہوں۔ مگر
دیکھ نہ سکیں۔ زبان ہو۔ مگر بول نہ سکیں۔ ہاتھ ہوں مگر ہل نہ سکیں۔ ناک ہو۔ مگر سونگھ نہ سکیں
ہمارا سر ہو۔ مگر سوچ نہ سکیں۔ ہمارا پیٹ ہو مگر کسی چیز کو ہضم نہ کر سکے۔ ہمارے ہاتھ میں لاٹھی ہو
مگر اُٹھ نہ سکے۔ پاؤں میں جوتا ہو۔ مگر اتارا نہ جا سکے۔ بیوقوف ہے وہ انسان جو متحرک پُتلی کو دیکھ کر
کہتا ہے کہ یہ آپ سے آپ حرکت کرتی ہے۔ مگر اس سے بھی بیوقوف وہ انسان ہے جو بیٹھے ہوئے انسان کو
دیکھ کر کہتا ہے کہ اس میں کوئی روح نہیں اور نہ اسکا ناسب ہے وہی اس میں حرکت پیدا کر دیتا ہے۔

امانت میں خیانت

روپے کی ضرورت نے مجھ سے میرا وطن چھڑا دیا۔ محبت کی نظروں سے در و دیوار کو دیکھتا ہوا۔ میں بھیجے کو ہاتھوں میں لئے ہوئے اور آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے چل نکلا۔ میں مشرق کو گیا اور مغرب کو گیا۔ شمال کو گیا اور جنوب کو گیا۔ مگر مجھے روپیہ نہ ملا۔ میں نے امیروں سے روپے کی التجا کی۔ اور رو رو کر التجا کی۔ جواب میں انہوں نے مخول کئے۔ قہقہے لگائے۔ پھبتیاں اڑائیں۔ مگر کسی نے روپیہ دینے کا حوصلہ نہ کیا۔ میں نے شہر چھوڑ کر جنگل کا راستہ لیا۔

روپے کے لئے میں دیوانہ ہو رہا تھا۔ جلانے والی دھوپ اور تڑپانے والی سردی کی پرواہ نہ کرتا ہوا آگے بڑھا جاتا تھا۔ کبھی زمین آگ اگلتی تھی۔ اور کبھی آسمان سے اولوں کی بارش ہوتی تھی۔ تکا مصیبتوں کو اٹھاتا ہوا۔ اور تمام تکالیف کو برداشت کرتا ہوا میں آخر بابا رام گر سنیاسی کے پاس پہنچا۔ دل میں روپے کا خیال اور لب پر روپے کا سوال تھا۔ فوراً خواہش کا اظہار کر دیا۔ سنیاسی نے کہا مشرق کا رخ کرو۔ اور ناک کی سیدھ میں چلے جاؤ۔ سچا گاؤں ملے تو اس میں داخل ہو جاؤ۔ جتنا روپیہ جس سے چاہو لے لو۔ اور دینے کا زبانی اقرار

روپیہ کی کشش نے مجھے مشرق کی طرف کھینچا۔ اور میں ادھر دوڑا۔ معلوم نہیں کتنا عرصہ میں چلتا گیا اور ایک دن دیکھا۔ کہ ایک گاؤں ہے۔ جس پر ایک جھنڈا لہرا رہا ہے۔ اس پر جلی حروف میں لکھا تھا سچا گاؤں میرا دل خوشی سے اچھلا۔ اور میں نے ادھر کا رخ کیا۔ راستہ میں باپ بیٹا ہل چلا رہے تھے۔ اتنے میں ایک سانپ نکلا اور اس نے بیٹے کو کاٹ کھایا۔ باپ نے لاش کو پرے ہٹایا اور بدستور ہل چلاتا رہا۔ سامنے لڑکے کی عورت بیٹھی تھی اس نے بھی رنج و الم کا کوئی

روپے کی تھیلی محض زبانی اقرار پر لیکر چلتے وقت میں نے کہا شاہ جی اس گاؤں کے لوگ ایسے ظالم ہیں کہ بیٹے کی موت پر باپ اور خاوند کی موت پر بیوی آنسو تک نہیں بہاتی۔ ہمارے ہاں سالوں تک ماتم رہتا ہے۔ اس نے تھیلی مجھ سے چھین لی اور کہا۔ تم بچے کی پیدائش کے وقت خوشیاں مناتے ہو مگر جب وہ ماتا تم سے اپنی امانت واپس لیتا ہے تو روتے پیٹتے تنگ آجاتے ہو کیا یہ امانت میں خیانت کرنا نہیں ہے۔ ہم ایک دوسرے سے روپیہ لیتے ہیں دیتے وقت کوئی جھگڑا نہیں ہوتا۔ مگر تم سے جو بچے کی پیدائش پر خوشی اور موت پر رنج کرتے ہو مجھے امید نہیں جاؤ روپیہ تمہیں نہیں مل سکتا۔ یہ سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ یہ خواب مجھے کبھی نہیں بھولیگا۔

پتاجی! تم مرجاؤ تو اچھا!

ایک سچی داستان

"کیسی دلکش آواز ہے؟ کتنی باریک اور پیاری ہے؟"

"ہاں! راجیندر! بلا کی آواز ہے"

راجیندر - چلو موہن ادھر ہی چلیں۔

راجیندر اور موہن نربدا ندی کے خوبصورت کنارے پر سیر کرتے ہوئے اسی دلکش اور من ہرن پیاری آواز کی طرف جانے لگے۔ گنجان درختوں میں دور سے اُنہوں نے ایک گروہ دیکھا اور وہ بھی اسی طرف جانکلے۔ دیکھا۔ ایک مہ پارہ اپنے غیر معمولی ناز و ادا سے ایک غزل گا رہی ہے

الٰہی! دیدہ و دل بھی نہ ٹھہرے رہگذر ٹھہرے
کبھی حسرت گذرتی ہے کبھی ارماں گذرتے ہیں

راجیندر اور موہن نے ایک ہی شعر سُنا اور وہاں سے آگے چل دیئے۔ لیکن جاتے جاتے سرسری نظر سے اہل جلسہ پر بھی ایک نگاہ ڈالی۔ اور راجیندر نے کہا۔

"موہن! جانتے ہو! یہ کیا ہے؟"

موہن - ہاں! جانتا ہوں۔ کہ ایک ویشیا گا رہی ہے۔

راجیندر - یہ وہی ویشیا ہے۔ جس نے سردار چند زمیندار کو قبضہ میں کر رکھا ہے۔ کیا دیکھا نہیں۔ سردار چند داہنی طرف شراب سے مدہوش پڑا تھا۔

موہن - خوب یاد آیا۔ کیا وہی سردار چند جس کے متعلق پرسوں بات چیت ہو رہی تھی؟

راجیندر - ہاں وہی! دیکھو یہ کس طرح سے اپنی عزت برباد کر رہا ہے۔ اسکا باپ بہت ہی دولتمند تھا۔ اور اس نے بھی بڑا روپیہ کمایا تھا۔ اسکے سوا گاؤں بھی ہیں۔ اسوقت بھی آٹھ ہزار

۔۔۔روپیہ سالانہ سے کم آمدنی نہ ہوگی۔ لیکن اس ویشیا نے ایسا رام کیا ہے کہ اب اسی کا وظیفہ پڑھتا ہے۔ سارا کاروبار نوکروں پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور خود یا تو شراب سے بیہوش پڑا رہتا ہے۔ یا جنگل میں شکار کھیلنے چلا جاتا ہے۔ یا اسی طرح سے راگ رنگ کے جلسے رچائے رکھتا ہے۔ دن رات طرح طرح کے گوشت پکتے رہتے ہیں۔ اور شراب کی بوتلوں پر بوتلیں خالی ہوتی رہتی ہیں۔

موہن۔ افسوس! یہ شخص کس طرح آٹھ ہزار روپے کی آمدنی کو تباہ کر رہا ہے۔

راجیندر۔ صرف آٹھ ہزار پر ہی اکتفا نہیں۔ یہ تو اب بیس ہزار روپے کا مقروض ہو گیا ہے اور اگر یہی لیل و نہار ہے۔ تو پھر دیکھنا کہ رہنے کو مکان بھی نہ رہیگا۔

موہن۔ لیکن کیا اسے کوئی بھی سمجھانے والا نہیں؟

راجیندر۔ کئی سمجھا چکے۔ بہتیری دفعہ میرے پتاجی نے اونچ نیچ دکھلایا ہے۔ لیکن اُس کو نصیحت چھوتی تک نہیں۔ اور جب یہ شراب میں مدہوش ہوتا ہے۔ تو سمجھانے والوں کو عجیب بے نقط سناتا ہے۔ اور اکثر کہا کرتا ہے۔ "ناصحا آگ لگے اس تیرے سمجھانے کو"

موہن۔ مجھے خوب یاد ہے کہ سردار چند اور اسکے باپ کا بڑا رعب ہوتا تھا۔ انکے دروازے پر ہاتھیوں کی جوڑی بندھی ہوئی میں نے خود دیکھی ہے۔

راجیندر۔ اجی بڑی شان و شوکت تھی۔ دولت کی پرواہی نہیں تھی سینکڑوں کو قرض دیتے تھے۔ ایشور یہ بھوگتے تھے۔ جب انکے وہ دن یاد آتے ہیں۔ اور میں اُنکی آجکل کی حالت دیکھتا ہوں۔ تو آنکھوں میں بے اختیار آنسو آجاتے ہیں۔ یہ جو اب انکے جلسے دیکھتے ہو۔ کیا انکی کوئی اصلیت ہے۔ یہ تو لنگوٹی میں پھاگ کھیلنے والی مثال ہے۔ در اصل اب انکے پاس کچھ نہیں رہا۔ افسوس انکا وہ بھلا وقت اب گذر گیا۔ اور سائے کی طرح گذر گیا۔ اب جو باقیماندہ دولت ہے۔ اُسے یہ ویشیا کھینچ رہی ہے۔ اور آثار بتلاتے ہیں۔ کہ پورا کنگال کر کے چھوڑیگی۔

(۲)

گاؤں بھر میں آج یہی باتیں ہو رہی ہیں۔ کہ سردار چند اب ایک کوڑی بھی نہیں رہنے دیگا۔ ہائے! اسے اپنی عورت پر بھی رحم نہیں آتا۔ اپنے اکلوتے بیٹے کی بھی اسے فکر نہیں۔ اب تو یہی بہتر ہے۔

کہ سردار چند مرجائے۔ تاکہ جو کچھ تھوڑا بہت ہے وہ تو بچ جائے۔

"سچ مچ اب تو حد ہو گئی"۔

"ہاں! مہندر کا باپ مہندر کے لئے کچھ بھی رہنے نہ دیگا"۔

"مہندر کا باپ اب مر ہی جائے تو اچھا"۔

"سُنا ہے پانچ ہزار روپے قرض لے کر اس راکھشنی کے لئے زیور بنوائے گئے ہیں۔ اور مہندر کی ماتا کی اُنگلیوں میں قسم ہے جو ایک چھلا بھی ہو"۔

"ہمارا دل تو اب یہ باتیں برداشت نہیں کر سکتا"۔

اِس قسم کی باتیں ایک جگہ ہو رہی تھیں۔ سردار چند کا خوبصورت چھوٹا لڑکا مہندر پاس ہی کھڑا یہ باتیں سُن رہا تھا۔ لوگوں نے جو بار بار یہ کہا کہ "مہندر کا پتا مر جائے تو اچھا" تو مہندر کو یہ فقرہ یاد ہو گیا۔ اور اسی کو دوہراتا ہوا گھر میں داخل ہو گیا۔
برآمدے میں ہوتا ہوا مہندر بیٹھک میں پہنچا۔ آگے سردار چند حقہ پی رہا تھا۔ دن ڈھل رہا تھا۔ سورج کی گرمی کم ہو گئی تھی۔ ہوا کے جھونکے رہ رہ کر آتے تھے۔ اور دل کو فرحت پہنچاتے تھے سردار چند اسوقت ایک عجیب سوچ میں بیٹھا تھا۔ مہندر نے آتے ہی سردار چند کو مخاطب کر کے کہا:۔

"پتاجی! تم مر ہی جاؤ تو اچھا"۔

سردار چند۔ "کیوں بیٹا! ایسا کیوں کہتے ہو"؟

مہندر۔ پتاجی! لوگ ہی کہتے ہیں۔

سردار چند۔ پُتر! لوگ ایسا کیوں کہتے ہیں؟

مہندر۔ پتاجی! کہتے ہیں کہ مہندر کا باپ مہندر کے لئے کچھ نہیں چھوڑیگا۔

سردار چند نے اپنی عورت کو اندر سے بلایا۔ اور کہا۔ "اپنے لڑکے سے پوچھو۔ یہ کیا کہتا ہے"۔

ماتا نے اپنے پُتر مہندر سے پوچھا "کیوں لال کیا کہتے ہو"؟

مہندر نے کہا۔ "ماتا! کہتا ہوں کہ پتاجی مر جائیں۔ تو اچھا ہے"۔

ماتا نے یہ فقرہ سُنتے ہی چھڑی اُٹھائی۔ اور مہندر کو اس زور سے ماری کہ وہ چلا اُٹھا۔

سردار چند نے چھڑی پکڑ لی اور کہنے لگا۔ اِسے کیوں مارتی ہو۔ جو مہندر نے کہا ہے۔ کیا یہ اسکی آواز ہے؟ نہیں! یہ کسی اور طاقت کی آواز ہے"۔

یہ کہکر سردار چند نے چلاتے اور روتے ہوئے مہندر کو گود میں اُٹھا لیا۔ سردار چند کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ مہندر کے خوبصورت بے لوث اور پاک چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ میرا ناپاک مُنہ اور ہونٹ اس قابل نہیں کہ ان پاک اور پوتر ہونٹوں کو چومیں لیکن آج مدت کے بعد اِن پوتر ہونٹوں کو چُومتا ہوں۔ شائد میں بھی پوتر ہو جاؤں"۔

یہ کہکر سردار چند نے اپنے لخت جگر کو چھاتی سے لگا کر اُسے چُوما۔ آنکھوں سے چھم چھم آنسو برسنے لگے۔ آنسو رُکتے ہی نہیں۔ مہندر کی ماتا بار بار چُپ کراتی ہے۔ مگر آج تو بقول غیر ممکن ہے جو موقوف ہو رونا اے جوش   کس نے دیکھا ہے کہ بہتا ہوا دریا ٹھہرا آنسو بند ہی نہیں ہوتے۔

سردار چند اب زار زار رو رہا ہے۔ روتے روتے اس کی ہچکی بندھ گئی ہے شفق اُڑ گئی ہے اب تاریکی کا دور دورہ ہے۔ لیکن مشرق سے ابتدائی دنوں کا ننھا سا چاند نکل آیا ہے۔ اس کی کرنوں نے جہاں تاریکی کو دور کر دیا ہے۔ وہاں خُنکی بھی پیدا کر دی ہے۔

سردار چند کو روتے روتے ایک دو گھنٹے بیت گئے۔ اِس وقت اسکے دل کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا اُس نے مہندر کو پھر چھاتی کے ساتھ لگایا۔ مہندر باپ کو روتا دیکھکر سہما بیٹھا تھا۔ اسکی پاک اور پوتر آنکھوں نے نہ معلوم سردار چند کے اندر کیا جادو کیا۔ کہ سردار چند بالکل پلٹ گیا۔ مہندر کو چُوم کر سردار چند نے کہا۔ بیٹا! لو آج سے پرن کرتا ہوں۔ کہ مرنے سے پہلے تمہارے لئے پہلے سے دوگنی جائداد بناؤ نگا۔ اور میں مقروض نہیں مرونگا"۔

(۳)

اگلے روز گاؤں میں یہ خبر مشہور ہو گئی۔ کہ سردار چند نے ویشیا کو نکال دیا ہے اور کل زیورات اس سے واپس لے لئے ہیں۔ کچھ عرصہ اور گذر گیا۔ تو لوگ باتیں کرنے لگے کہ سردار چند نے اب کبھی شراب نہیں پی۔ وہ تو اب شکار کھیلنے بھی کبھی نہیں گیا۔ اُسکا قرضہ بھی اُتر گیا ہے۔ اور

ایک گاؤں بھی خرید لیا ہے۔

لوگوں کی زبانوں پر اب سردار چند کے لئے واہ واہ تھی۔ سبھی اُسے دیوتا خیال کرنے لگے۔ ایشور بھگتی کے لئے دونوں وقت حاضر ہونے لگا۔ اسکے پُرانے دوست اب اس سے جُدا ہو چکے تھے۔ اور اب وہ ودوان پنڈت اور ایشور بھگت اسکے دوست تھے۔

وقت گذرتے دیر نہیں لگتی۔ تمام لوگ سردار چند کی پُرانی باتیں بھول گئے۔ اِردگرد کے علاقہ میں وہ بڑا بھگت۔ ایماندار اور دیوتا مشہور ہو گیا۔ لوگ اب اس پرست ہو چکے تھے۔ انہی دنوں میں سردار چند اچانک بیمار ہو گیا۔ جوق درجوق لوگ اس کی تیمار داری کو آنے لگے۔

ایک دن جبکہ ابھی پو پھٹی تھی۔ روشنی پھیل رہی تھی۔ کہ بستر پر پڑے ہوئے سردار چند نے اپنے بیٹے مہندر کو بُلایا۔ بہت سے تیمار دار اور بہت سے دوسرے لوگ چارپائی کے اِردگرد بیٹھے ہوئے تھے۔ مہندر دوڑتا ہوا آیا۔

سردار چند نے کہا۔ "مہندر! آگے آ۔ میرا مُنہ چومو۔ مہندر نے بڑھ کر مُنہ چُوما۔ سردار چند نے کہا۔ پُتر! ایک بار اور" مہندر نے پھر بوسہ لیا۔ سردار چند نے کہا۔ "ایک دفعہ پھر" مہندر نے ایک بار اور چُوما۔

سردار چند اب اُٹھ بیٹھا۔ اور کہنے لگا۔ بیٹا! تو میرا بیٹا نہیں ہے۔ میرے لئے دیوتا ہے تو نے ایک فقرہ کہکر میری زندگی پلٹ دی۔ اب میں مرتا ہوں۔ لیکن اپنا پرن پُورا کر کے۔ اِسوقت پندرہ ہزار کی آمدنی ہے۔ اور بیس ہزار روپیہ نقد ہے۔ یہ تمہارے حوالے کرتا ہوں" سردار چند نے اب آنکھیں بند کر لیں۔ اور شانتی سے پران دے دیئے۔

سردار چند بچے کے ایک فقرے سے بدل گیا۔ ہائے! کتنے ہی سردار چند ابھی دُنیا کے اندر موجود ہیں۔ اُنکے دل پر کب چوٹ لگے گی۔ کب وہ سنبھلیں گے۔ کس دن کوئی مہندر اُنہیں تبدیل کریگا۔

اردگرد دیکھتا ہوں۔ کہ بے شمار سردار چند بکھرے پڑے ہیں۔ یہ کب آنسو بہا کر اپنے پاپوں کو دھوئیں گے؟ کون کہہ سکتا ہے؟ شراب کبھی مت پیو۔ ورنہ آخر میں افسوس کرو گے۔ اچھے ہو۔ تو ہم کو ہمیں کیا غرض ہے کہ آپ کا بھلا کریں گے نہیں تو جاؤ گے۔

دھرم اپدیش

God is true, pure and just, and he who loves these things out of God, may love them in God.

ودوان لوگ اُس سب سے بڑے عقلمند اور اچھے سے اچھے کرموں کے جاننے والے پرماتما میں اپنے من اور من کی برتیوں کو لگاتے ہیں۔ وہ پرماتما جس میں کہ عالم لوگ اپنے من کو لگاتے ہیں پرکاش سروپ ست جگت کے پیدا کرنے والا ہے۔ جس کی تعریف بہت سی ہے۔ شرتی بتاتی ہے کہ جو لوگ اچھے عالم اور سمجھدار ہیں وہ اپنے من کو سروانتریامی پرمیشور میں لگاتے ہیں۔ اور جو لوگ اپنے من کو پرماتما میں نہیں لگاتے وہ دکھی ہوتے ہیں۔ کیونکہ اچھی بدھی کا پھل یہ ہونا چاہیئے کہ اُس سے اپنے آپ کو سکھ ملے اور دوسروں کو بھی یہ بات بنا ایشور میں بھگتی کے ہو نہیں سکتی۔ کیونکہ آنند کا بھنڈار کیول ایشور ہی ہے۔ اس جگت میں جو سادھارن آنند ہے۔ وہ بھی پرماتما کا دیا ہوا ہے۔ پرمیشور کے آنند کو پاکر کبھی کسی کو ڈر نہیں رہتا۔ کیونکہ پرماتما ڈرنے والی شکتی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اس نہ ڈرنے والے پرماتما سے من لگاتے ہیں۔ وہ بھی ڈر سے اوپر ہو جاتے ہیں۔ جو تھوڑی چیز ہے۔ وہ ناش ہونیوالی ہے اور جو ناش ہونے والی چیز ہے۔ اُسمیں سُکھ نہیں ہے لیکن جو سب سے بڑا ہے۔ اُسی میں سُکھ ہے۔ چونکہ پرماتما سب سے بڑا ہے اس لئے وہ ہی سُکھ سروپ یا مجسم سکھ ہے۔ پس سمجھدار گیانی لوگوں کو جو سُکھ کی اچھیا رکھتے ہیں۔ اس سکھ سروپ پرماتما میں دھیان لگانا چاہیئے۔ کیونکہ جو وستو جس کے پاس ہوتی ہے۔ اُسی سے وہ ملتی ہے پرماتما آنند مئے ہیں۔ اُس میں من لگانے سے جیو کو آنند پراپت ہوتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اگر جیو کو سکھ سروپ پرماتما میں دھیان لگانے سے ہی سُکھ پراپت نہ ہو تو پھر ہوگا۔ کہاں سے کیا سنسارک پدارتھوں سے؟ نہیں ہرگز نہیں۔ بڑے بڑے

راجہ مہاراجہ اور بادشاہ سنسارک پدارتھوں میں پڑکر مرگئے۔ انہوں نے اپنی ساری عمر جذبات میں سُکھ ڈھونڈھنے کے لئے گنوا دی۔ لیکن اُن کو سُکھ پراپت نہیں ہوا۔ شرتی بتاتی ہے کہ جذبات کی لہر ہی انسان کو دُکھ میں ڈالتی ہے۔ اس لئے انسان کو چاہئے کہ جہانتک ہوسکے جذبات کی لہر سے بچے۔

Earthly Arithmetic says: give + want

Heavenly Arithmetic says: "Give and grow rich."

رفتارِ زندگی

کلرک بیچارہ مصیبت کا مارا صبح دم اُٹھتا ہے۔ اُٹھنے کے ساتھ ہی اسکو سب سے پہلا خیال اپنے مسلوں کے بستہ کا آتا ہے۔ نہاتا ہے۔ دھوتا ہے۔ کچھ کھانا کھاتا ہے۔ بستہ بغل میں دبا دفتر میں پہنچتا ہے۔ اگر کلرک خوش قسمت ہے۔ اور اسکو ایک مہربان حاکم ملا ہے۔ تو کچہری کے گھنٹے ذرا آرام سے گزر جاتے ہیں۔ ورنہ ہر وقت لعنت۔ ملامت۔ جھڑکی دشنام برداشت کرنی پڑتی ہے جس خون کو قائم اور گرم رکھنے کے لئے وہ روٹی کماتا ہے۔ حاکم کی جھڑکیوں سے وہ خون دن بھر خشک ہوتا رہتا ہے۔ شام کو گھر آتا ہے۔ تھکا ماندہ چارپائی پر لیٹ جاتا ہے گھر میں آکر اسکو دوسرے حاکم کی ہیبتی بھگتنی پڑتی ہے۔ جو کہ اس کی بیوی ہے۔ اگر بیوی نیک نہاد ہے۔ فرمانبردار ہے۔ خدا ترس ہے۔ نیک دل ہے۔ تو کلرک کو کچھ غم غلط کرنے میں مدد دیتی ہے۔ اور وہ دن بھر کی کلفت کو اپنی نیک بیوی کی سنگت میں بھول جاتا ہے۔ لیکن اگر بیوی خدانخواستہ بدمزاج۔ بدفطرت۔ خود غرض۔ دل آزار ہے۔ تو دل جلے خاوند کے لئے پہلے ہی جمٹا تیار رکھتی ہے۔ ایک طرف تو وہ غریب دفتر سے جلا بھنا آتا ہے۔ دوسری طرف اس کی بیوی شکایتوں کا بستہ کھول بیٹھتی ہے۔ خاوند کا دل جل کر کوئلہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ خدا سے دعا کرتا ہے۔ کہ وہ اس سے چھٹکارا پا دے۔ رات دن لڑائی دنگہ۔ فساد۔ جھگڑا رہتا ہے۔ دونوں کی جان عذاب میں رہتی ہے۔ یہ ایک کلرک کی زندگی ہے۔ دُنیا میں اب تک انسان اِسی قسم کی مصیبت زدہ زندگی بسر کر رہے ہیں۔

یہ سب کچھ کیوں ہوتا ہے۔ اس لئے کہ انسان زندگی کے مقصد سے دُور ہے۔ وہ روپیہ کماتا ہے۔ مکان بنواتا ہے۔ بیاہ کرتا ہے۔ بچے پیدا کرتا ہے۔ سب ہی کچھ کرتا ہے۔ مگر اس کے آتما کو اتنی بھی شانتی نصیب نہیں ہوتی۔ جتنی کہ موسم بہار میں اُڑنے والی تتری کو نصیب ہوتی ہے۔ اسے جب دیکھو دُکھی ہے۔ رو رہا ہے۔ شاکی ہے۔ یقیناً زندگی میں شانتی کے لمحے وہی لمحے ہیں۔ جو دُنیا اور دُنیا والوں سے الگ آتمہ کے بھنڈار روشنی کے منبع پرماتما کے حضور میں گذرتے ہیں۔ جس شخص نے اپنی زندگی میں دن کے چوبیس گھنٹوں میں سے کسی گھنٹہ کو اس مقصد کے لئے مقرر کر رکھا ہے۔ اس وقت سوائے اس کے اور اس کے جیون ادھار کے کوئی دوسرا مخل نہ ہو وہ اس اشانتی بھری دنیا میں بھی شانت ہی رہتا ہے۔ اس کے اردگرد آگ جل رہی ہے۔ مگر اس کے آتما میں شانتی کا ساگر موجیں مار رہا ہے۔ وہ اس میں غوطہ لگاتا ہے۔ اور ایک ٹھنڈی زندگی بسر کرتا ہے۔ وہ دُنیا کے میدان کارزار میں کھڑا رہتا ہے۔ مگر اس جنگ و جدل میں بھی وہ کرشن بھگوان کی طرح شانت رہتا ہے اور شانتی دیتا ہے۔

The nobler the blood, the less the pride.

روتے کیوں ہو؟

تم کیوں روتے ہو؟ اس لئے کہ تم غریب ہو۔ اور تمہارے پاس روپیہ نہیں ہے۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ گلاب کا پھول کیونکر مسکرا رہا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس مال و زر نہیں ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ کہ باغ میں بلبل کیسے چہچہا رہا ہے۔ حالانکہ اس کے پاس ایک کوڑی تک نہیں ہے۔ تم کیوں روتے ہو؟ اس لئے کہ تم دُنیا میں بے یار و مددگار ہو۔ مگر کیا تم نہیں دیکھتے ہو۔ گھاس کا سرسبز تنکا صحرا میں کھڑا ہے۔ لیکن وہ کوئی سرد آہ نہیں بھر رہا۔ بلکہ جس مقصد کو پورا کرنے کے لئے پرماتما نے اسکو پیدا کیا ہے۔ وہ اسکو پورا کر رہا ہے۔ تم اس لئے روتے ہو۔ کہ تمہارا عزیز بیٹا یا تمہاری پیاری بیوی تم سے جُدا

ہوگئی ہے۔ مگر کیا تم نے کبھی اس بات پر غور کیا۔ کہ تمہاری زندگی کا بہترین زمانہ وہ تھا۔ جبکہ نہ تم بچہ رکھتے تھے۔ اور نہ بیوی بلکہ تم ایک بے غم بادشاہ تھے۔ کیا تم نے نہیں پڑھا کہ گوتم بدھ کے جب بچہ پیدا ہوا۔ تو اس نے سرد آہ بھری اور کہا "آج ایک بندھن اور بڑھ گیا" چنانچہ اسی رات اپنی بیوی اور نوزائیدہ بچہ کو چھوڑ کر روشنی کی تلاش میں راج بھون سے جنگل کو چل دیا۔ نوٹ کر لو۔ جس چیز کی آمد سے تم خوشی حاصل کرتے ہو۔ اس کے چلے جانے پر تم ضرور صدمہ اُٹھاؤ گے۔ بچہ کی آمد پر تم نے خوشی منائی اس کی موت پر تم کو رنج ہونا ضروری ہے یار دوستوں کی محفل میں تم نے قہقہے لگائے ان کی جدائی میں تم کو ضرور رونا پڑیگا۔ بیوی کی محبت میں تم نے راحت حاصل کی۔ اس کی موت پر راحت تم سے چھینی جائیگی۔ اور تم دُکھ اُٹھاؤ گے۔ کہنے کا مطلب صرف اسی قدر ہے۔ کہ جو شخص آمد پر خوشی کرتا ہے وہ برآمد پر روتا ہے۔ اگر تم اپنی زندگی ایسی بنا لو کہ نہ تم کو کسی کی آمد پر خوشی ہو۔ نہ برآمد پر رنج۔ تو تمہارے آنسو یکلخت خشک ہو جائینگے۔ اُپنشد میں لکھا ہے کہ جو شخص اپنے آپکو سب میں اور سب کو اپنے آپ میں دیکھتا ہے اسکو نہ کبھی خوشی نہ غم کا رنج۔ یہ ایک صداقت ہے اور نہایت ہی اعلےٰ صداقت ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں روز روپیہ آتا ہے اور چلا جاتا ہے۔ مگر تمہارے ہاتھ کو کوئی دُکھ سُکھ نہیں ہوتا۔ تمہارے منہ میں اچھے اور بُرے ہر ایک قسم کے کھانے جاتے ہیں۔ مگر تمہاری زبان چند منٹ کے بعد ویسی کی ویسی ہی رہتی ہے۔ تمہارے پیٹ میں خوش ذائقہ اور بد ذائقہ ہر ایک قسم کی چیز پہنچتی ہے۔ مگر معدہ نہ کوئی خوشی کرتا ہے اور نہ افسوس۔ بلکہ اپنے فرض کو پورا کئے جا رہا ہے۔ تم اپنے فرض کو پورا کرو۔ گھاس کے تنکے کی طرح پورا کرو۔ جو کہ ہوا کو صاف کر رہا ہے۔ پھر تم نہیں روؤ گے۔ بلکہ دوسرے اشخاص شبنم کی طرح تم پر آنسو بہائیں گے۔ جبکہ تم اس دنیا میں نہیں ہوگے۔ احمق ہے وہ انسان جو دُنیا اور دُنیا کی چیزوں کے لئے روتا ہے۔ حالانکہ وہ جانتا ہے کہ جن کے لئے وہ روتا ہے ان میں سے کوئی چیز بھی اِسکا ساتھ نہیں دیگی۔

یاد داری کہ وقت زادن تو ہمہ خنداں بودند و تو گریاں
خیال زہی کہ وقت مُردن تو ہمہ گریاں شوند و تو خنداں

پرماتما جو کچھ کرتا ہے ہمارے بھلے کیلئے کرتا ہے جو کچھ اس نے کیا ہے اسمیں ہمارا بھلا تھا۔ اور جو کچھ وہ کر رہا ہے اسمیں بھی ہمارا بھلا ہے اور آئندہ میں بھی پرماتما کا ہر ایک کام ہمارے بھلے کیلئے ہی ہوگا

روایت ہے کہ ایک بادشاہ کا وزیر ہر ایک کام کو خواہ برا ہو یا اچھا پرماتما کی مرضی ظاہر کیا کرتا تھا۔ چند ناموافق واقعات کے باعث رعایا بادشاہ سے باغی ہوگئی اور جنگ و جدل میں بادشاہ کی ایک انگلی زخمی ہوگئی۔ جب امن ہوگیا اور شانتی سے بادشاہ اپنے تمام کاروبار میں مصروف ہوا تو ایکدن زخمی انگلی کی طرف اشارہ کرکے بادشاہ نے وزیر سے فرمایا کہ انگلی جو زخمی ہوئی کیا اس میں بھی وہ بادشاہ عالی یعنی پرماتما کی رضامندی ظاہر کرسکتا ہے وزیر نے کہا کہ ہاں بادشاہ سلامت اس میں بھی پرماتما کی کوئی نہ کوئی حکمت ہے۔ وزیر کی اس بات پر بادشاہ نے ناراض ہوکر وزیر کو دارالخلافہ سے باہر نکالدیا۔ جلدی میں وزیر بیچارا نکال تو دیا گیا مگر بادشاہ اسکے غم میں سخت اداس رہا کرتا تو ایکدن شکار کھیلنے نکلا رات تاریک ہونیکے سبب سے راستہ بھول گیا کیونکہ رات آجانیسے اول محل میں نہ پہنچ سکا۔ جنگل میں ہی چوروں نے بادشاہ کا گھوڑا اور پوشاک اتارلی اور اپنے ایک دیوتا کی قربانی دینے ارادہ کرلیا مگر ملاحظہ کرنے پر زخمی انگلی دیکھکر ایک اندھے کوئیں میں جسمیں کہ پانی بہت ہی کم تھا دھکا دیکر چلتے بنے۔ دن نکلنے پر اتفاق سے وزیر کوئیں پر آبیٹھا۔ بادشاہ کو پہچان کر وزیر نے باہر نکالا۔ وزیر کی بات کو یاد کرکے بادشاہ وزیر کے پاؤں پر گر پڑا۔ اور کہا کہ انگلی زخمی نہ ہوتی تو میں ضرور قربانی دیا جاتا۔ وزیر نے بادشاہ کو پاؤں پر سے اٹھایا اور خود بادشاہ کے پاؤں پر گر پڑا اور کہا آپ تو انگلی زخمی ہونیسے بچ رہے تھے۔ میں جو سب طرح سے تندرست ہوں اگر ساتھ ہوتا تو ضرور قربانی دیا جاتا پرماتما نے آپکی انگلی زخمی کرکے آپکی جان بچائی اور آپنے میری جان بچائی۔ کیونکہ بوجہ ملک بدر ہونیکے آپکے ساتھ نہ تھا پھر بادشاہ اور وزیر دارالخلافہ کو آگئے۔ اور خوشی سے رہنے لگے۔

پتہ ملنے کا۔ امیر چند آریہ سیوک وچھووالی پوڑیاں ہرنین مصر شہر لاہور

آج کل کے زن مریدگرہستی بھائی

اور اُنکا ضمیر

اور اِن کے بگڑے ہوئے بائسکل

زن مرید کی ھم پُٹی

گرہست...

ہم آہنگی ز...

ان ا...

طاقت...

...y in living

...e forgiving

...men abuse

...t true joy

...ud the

آجکل کے زن مرید گرہستی بھائی اور ان زن مریدوں کی قسمت کے چرچے

یہ دھرم پتنی ہے یا دھرم پٹنی یا بگڑا ہوا بائیسکل

لاہور شہر میں انار کلی بڑا مشہور بازار ہے۔ اسے گویا کہ دہلی کا چاندنی چوک بازار کہنا چاہئے جو رونق دہلی میں چاندنی چوک بازار کو حاصل ہے۔ وہی لاہور میں انار کلی بازار کو حاصل ہے۔ اس قسم کے بازاروں میں ہزاروں نوجوان بائیسکلوں پر سوار چلے جا رہے ہیں۔ وہ سامنے سے یوں چٹ پٹ گذر جاتے ہیں کہ پتہ نہیں لگتا کہ ابھی وہ ہمارے پاس تھے۔ اگر بائیسکل اچھا ہو تو ۳۰ میل فی گھنٹہ چلتا ہے۔ میرے ایک دوست کا دعوےٰ ہے کہ وہ بائیسکل پر سوار ہو کر کلکتہ میل کے ساتھ ساتھ چل سکتے ہیں۔ اگر بائیسکل عمدہ ہو اور سوار تجربہ کار ہو تو وہ بائیسکل پر سوار رہتا ہے۔ اگر سوار ناتجربہ کار ہو یا بائیسکل بگڑ جاوے تو ہمنے اکثر شوقین بائیسکل ایسے دیکھے جو کہ بائیسکل کو مونڈھے پر اُٹھائے چلے آتے ہیں۔ یہی حال استری کا ہے۔ اگر استری نیاسب ہے دھارنک ہے اچھے خیالات والی ہے تو وہ دھرم پتنی کہلانے کے یوگ ہے ورنہ دھرم پٹنی یا بگڑا ہوا بائیسکل ہے۔ میرے ایک دوست جو کہ ہزاروں آدمیوں کو اپنی فصیح الزبانی سے بُت بنا دیا کرتے ہیں۔ اپنی جنگجو استری کو بگڑا ہوا بائیسکل کہا کرتے ہیں۔ اُنکے خیال میں بائیسکل کا بگڑنا بھی سوار کی ناتجربہ کاری ہی ہوا کرتی ہے جیسے کہ خراب بائیسکل سے سوار کو تکلیف ہوتی ہے اور وہ اپنے بائیسکل کو مونڈھے پر اُٹھائے پھرتا ہے ویسے ہی زن مرید کو اسکی استری قابو رکھتی ہے۔ زن مرید اپنی استری کے حکم کے اندر ہی رہتا ہے۔ ذرا اِدھر اُدھر اُس نے اپنی رضی کے مطابق کوئی کام کیا نہیں کہ استری نے بگڑے ہوئے بائیسکل کی طرح سے اُسکے مونڈھے پر چڑھکر اُسے کان سے کھینچا نہیں۔ بگڑا ہوا بائیسکل اور سقراط کی بیوی کی سی خصلت والی عورت ایک ہی بات ہے۔ زن مرید کے ماں باپ بھائی بہن چولہے میں جائیں۔ وہ اپنی ساری آمدنی ہاتھ جوڑ کر استری کے حوالہ کر دیتا ہے۔ بلکہ ۹۹ فیصدی زن مریدوں کی استریاں اپنے پتی کے پارچات کی تلاشی لیتی ہیں۔

کیا مجال کہ بابو صاحب ایک کوڑی پاس رکھ سکیں۔ ایسی استریاں بگڑے ہوئے بائیسکل کیا
اگر آپ گرہست کا سکھ بھوگنا چاہتے ہیں تو زن مرید نہ بنیں ورنہ جیسے کہ بگڑا ہوا بائیسکل
مونڈھے پر سوار رہتا ہے ویسے ہی آپ کی استری آپ کو قابو کر کے ہر دم آپ کی زبان منہ کے
لبوں پر گروند اور عقل پر تالا لگائے رکھے گی جہاں کہ استری چڑیل ہے یا دوسرے معنوں
میں بگڑا ہوا بائیسکل ہے وہاں گرہستی گاڑی کے سوار جو آپ ہیں اور وہ نا تجربہ کار ہیں۔
بالکل بھوت ہی جاتے ہیں۔ اور تب چڑیل کا ساتھی خاوند بھوت ہی ہوگا۔ اور جہاں گھر میں
بھوت و چڑیل ہونگے وہاں مہمان کیوں آنے لگے۔ گاڑی کے دونوں پہیے ایک جیسے درست
ہونگے۔ تو گاڑی منزل مقصود تک پہنچے گی۔ اس لئے آپکو چاہیے کہ استری کو اپنے قابو میں رکھو
زن مرید مت بنو۔ اپنے ماتا پتا بہن بھائیوں کا حق اس سے مقدم خیال کرو۔ سوچ سمجھ کر
عقل سے کام کرو۔ بائیسکل کو بگڑنے مت دو ورنہ آپکو اُسے مونڈھے ہی پر اُٹھانا پڑیگا
اور آپ کی زندگی تلخ ہو جاوے گی۔ دھرم کے اصولوں سے گر جاؤ گے۔ اگلے صفحہ پر جو ایک
سچا واقعہ درج ہے اُسے غور سے مطالعہ کرو اور اس سے عبرت پکڑو آپ استری کو دھرم کے
راستہ پر لاؤ ورنہ خود دھرم کے راستہ پر چلے جاؤ گے۔ سوچو سمجھو غور کرو۔

راقم امیر چند آریہ سیوک

Life does not consists in money and clothes, in motor cars and invitations to the rich mens houses. Life consists to follow [illegible] of the conscience, in self respect, in honour, in right ambitions, in [illegible] [illegible], and in noble living. Where these are absent, life is not worth living. It is not the life of a man in the [illegible] of God, but of a brute and [illegible]

سرلا کی کہانی یعنی داستانِ عبرت انگیز

امور خانگی کی نصیحت

غرض بمقابلہ فرض

دنیا میں قدم قدم پر غرض اور فرض کی جنگ ہو رہی ہے۔ جہاں جاؤ۔ جدھر جاؤ یہ جنگ دکھائی دیگی۔ مزے کی بات ہے کہ غرض اور فرض دونو ہم وزن ہیں۔ دونو ہم شکل ہیں۔ اور دونو پر دو دو نقطے ہیں۔ غین پہلے آتی ہے اور ف بعد میں۔ چنانچہ پہلے کی فتح ہوتی ہے۔ اور فرض پر غرض غالب آجاتی ہے۔ دُنیا میں چاروں طرف غرض کے ہی تو کرشمے ہیں۔ اگر غرض نہ ہو تو دنیا میں ہر طرف مٹی اُڑتی ہوئی دکھائی دے۔ انسان بھی تو ایک خود غرض حیوان ہی ہے۔ مگر جو انسان اپنی غرض نہیں دیکھتا۔ وہ حیوان ہی ہے۔ مگر جو انسان اپنی غرض نہیں دیکھتا وہ حیوان ہے۔ بلکہ حیوانوں سے بھی بد تر۔ حیوان میں بھی یہ مادہ ہے۔ کہ اپنی غرض کا خیال رکھتا ہے۔ کیا ماں اپنے بیٹے کو نشکام بھاؤ سے پال رہی ہے۔ کبھی نہیں۔ اُس کے دل میں یہ خیال تو پہلے سے موجود ہے۔ کہ یہ بچہ کب بڑا ہوگا۔ آپ کمائیگا ہمیں کھلائیگا۔ یہی وجہ ہے کہ بچہ مسکراتا ہے تو ماں کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ اور جب ننھے سے ہونٹ نکال کر رونی صورت بناتا ہے۔ تو بے چین ہو جاتی ہے۔ اگر ماں کو یقین ہو جائے۔ کہ بچے کا بوسہ لینے سے اسکے ہونٹوں پر چھالے پڑ جائینگے۔ تو وہ کبھی بھی اُس کے نزدیک نہ جائے۔ جو سادھو جنگلوں میں بیٹھے ہوئے رام رام کا جاپ کر رہے ہیں۔ کیا وہ نشکام کرم کر رہے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ اُن کی غرض تو پہلے ہی موجود ہے کہ ہمیں مکتی مل جائے۔ اگر اُنہیں یقین ہو جائے۔ کہ رام کا نام جپنے سے وہ دوزخ میں پھینکے جائینگے۔ تو وہ کبھی بھی سندھیا گاتری کے نزدیک نہ پھٹکیں۔ غرض ہی دنیا میں سب سے پیاری چیز ہے۔ بیر بر جب غریبی کی حالت میں تھا۔ اُسکے پاس ایک وزیر آیا اور

کہنے لگا۔ تجھے پتہ ہے۔ دنیا میں سب سے پیاری چیز کون سی ہے۔ بیربر نے کہا۔ ہاں مجھے پتہ ہے وزیر نے کہا۔ اکبر مجھے مروا دیگا۔ اگر تو ٹھیک جواب بتا دے۔ تو میں شائد بچ جاؤں۔ بیربر نے کہا۔ بہتر ہے۔ کل دوپہر کو آنا۔ وزیر دوسرے دن وقت مقررہ پر آ گیا۔ بیربر نے کہا میری چارپائی اُٹھا کر فلاں جگہ لے چل۔ وزیر نے اُٹھائی اور وہاں پہنچا دی۔ سخت گرمی تھی۔ بس آجکل کے ہی دن تھے۔ بیچارے کا کچومر نکل گیا۔ بیربر نے کہا جاؤ جواب ملا ہے۔ اور وزیر نے کہا۔ آپ نے بتایا تو ہے نہیں۔ بیربر نے کہا بھلے آدمی تجھے اپنی غرض تھی تبھی تو نے میری چارپائی اتنی گرمی میں اُٹھانی منظور کی۔ ورنہ تو مجھ جیسے کنگال کی پرواہ ہی کب کرتا تھا۔ یہ غرض ہے جس نے تجھے میری چارپائی اُٹھا کر چلنے پر مجبور کیا ہے۔ ورنہ تو نے کبھی چار پھول بھی نہ اُٹھائے ہونگے۔ پس جا! جا کر اکبر سے کہہ دے کہ شاہا! دُنیا میں سب سے پیاری چیز غرض ہے۔ اور وہ تجھ سے خوش ہو جائیگا۔ جو سطور آگے درج ہیں اس میں غرض ہی کو مقدم سمجھ کر ایک زن مرید نے اپنے بھائی کو تباہ کر دیا۔ ضرورت ہے کہ انسان غرض کو چھوڑ کر فرض کو سمجھے۔ جو لوگ زن مرید بن جاتے ہیں ان کی استری دھرم پتنی نہیں رہتی بلکہ دھرم پُٹنی بن جاتی ہے۔ اپنے خاوند کو خوب ہی چنے چباتی ہے۔ ماں باپ بھائیوں سے بالکل چھڑوا دیتی ہے۔ ہر طرح سے بدزبان اور تیز طرار بن جاتی ہے۔ جو لوگ زن مرید بن کر اپنی عقل کو تالا اور زبان کو مُنہ پر گوند لگا لیتے ہیں۔ وہ آخیر میں بہت ہی پشیمان ہوتے ہیں۔ میں نے اگلے صفحوں میں ایک زن مرید کا حال لکھا ہے۔ گرہستی لوگ اسکو خوب پڑھیں۔ اور غور سے سوچیں۔ کئی بار پڑھیں اور پھر غور گہرا غور کریں اور سارے پریوار کی مستورات کو بھی غور سے سنا دیں اگر ناظرین اس کہانی کو پڑھ کر عبرت پکڑینگے اور مستورات کے کان بھی پکڑا دینگے تو انکے گھر سورگ کا نمونہ ہو جاوینگے ورنہ عورتوں کی لڑائی سے ہر وقت گھر میں اشانتی رہے گی اور یہ مسلمہ امر ہے کہ جس گھر میں ہر وقت عورتوں کی چالاکی سے لڑائی جھگڑا رہتا ہے وہ گھر برباد ہو جاتے ہیں۔ فساد عورتوں کی طرف سے شروع ہوتا ہے اور وہ فساد بہت ہی بڑھ جاتا ہے۔ جبکہ زن مرید مردان لڑائی جھگڑے کے کاموں میں عورتوں کے پورے مددگار ہو جاتے ہیں۔ اس کہانی سے صاف صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ کس طرح سے

بڑے بھائی کی عورت نے مکاری سے اپنے خاوند کو اس کے چھوٹے بھائی اور اسکی عورت کی
طرف سے بدظن کر کے اپنی ماں اور بھائی کو گھر میں دخل دے دیا اور پھر کس طرح سے اپنے خاوند
یعنی بڑے بھائی کی بے عزتی کرنے لگی۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کے گھر میں نیک سیرت مستورات
ہیں۔ پیارے ناظرین اس کہانی کو خوب ہی غور سے پڑھیں اور مستورات کو بھی سنا دیویں۔ پھر
تمہارے گھر آپ کے گھر سورگ کا پورا نمونہ بن جاوینگے۔ وہ کہانی یہ ہے۔

ایک گھر میں دو بھائی رہتے ہیں۔ بڑا بھائی کماؤ ہے بذریعہ تجارت وغیرہ روپیہ کماتا
اور اچھا مالدار ہے چھوٹا بھائی غریب ہے اور ابھی کچھ کما نہیں سکتا۔ یہی خیال کرتا ہے
کہ باپ کی کمائی کی دولت بڑے بھائی کے ہاتھ میں ہے جس کے ذریعہ وہ مالدار ہے اور اس
بڑے بھائی کو ہی وہ سچے دل سے بجائے والد کے سمجھتا ہے۔

شادی دونوں کی ہو چکی ہے اور ایک ایک لڑکا بھی دونوں بھائیوں کے ہے بدقسمتی سے بڑے
بھائی کی جورو دل سے کینہ صفت اور خودغرض ہے وہ خود اچھے اچھے زیوروں سے آراستہ رہتی ہے اور
چھوٹی دیورانی کو پھٹے پرانے چیتھڑے پہناتی ہے اور کبھی اسکے جی میں رحم نہیں آتا کہ اسکو زیور
نہیں تو سفید کپڑا تو دیوے چھوٹا بھائی جیسا بھولا ہے اپنے بڑے بھائی کی تعظیم کرتا ہے۔ اسکی
جورو بھی ویسی ہی فرمانبردار ہے اور ایسا سلوک کئے جانے پر بھی کبھی شکایت کا حرف زبان پر نہیں لاتی۔
اسی طرح دونوں بھائیوں کے لڑکوں کا حال ہے بڑے بھائی کا لڑکا صاف ستھرے کپڑے اور
زیور پہنتا ہے اور چھوٹے بھائی کا لڑکا چیتھڑوں میں ملبوس ہے۔ بڑا بھائی خود بھی مصفا کپڑے رکھتا ہے
اور چھوٹے بھائی کو پھٹی دھوتی اور ایک دوپٹہ ہے بڑے بھائی کو یہ حالت دیکھکر بالکل خیال نہیں
آتا کہ وہ اپنے چھوٹے بھائی چھوٹی بھاوج اور برادر زادہ کے ساتھ کیا سلوک کر رہا ہے۔ وہ اتنے
ہی پر بہت اترا تا ہے کہ چھوٹے بھائی اور اسکی جورو بچے کو پیٹ بھر کھانا دیتا ہے اور انہیں پالتا ہے۔

چھوٹا بھائی اولا مولا سادہ لوح ہے نیک دل ہے۔ ستار بجانے اور گانے بجانے سے شوق ہے اور
میلے ٹھیلے پھٹے پہنکر دوستوں میں خوش رہتا ہے۔ اپنی بیوی سے بہت محبت کرتا ہے اور بھولی بیوی
بھی اس سے بہت مانوس ہے۔ اس بیوی کا نام سرلا یعنی سادہ لوح جسکے نام پر یہ کھیل مشہور ہے۔
سرلا کے خاوند کو اسکے یار دوست کبھی کبھی سمجھاتے ہیں کہ مکان آپکے باپ کا بنایا ہوا ہے۔

مال وہ بہت کچھ چھوڑ گئے ہیں محل خانے میں بڑا بھائی رہتا ہے تم اس گندے کمرے میں رہتے ہو نہ تمہارے تن پر کپڑا ہے نہ تمہاری جورو بچے کی حالت اچھی ہے۔ بڑے بھائی کو دیکھو کسطرح باپ کی مشترکہ دولت پر چین کرتا ہے۔ تم اور نہیں اتنا تو اسے سمجھاؤ کہ تمہاری جورو بچے کو اچھی طرح رکھے۔ مگر سرلا کا خاوند کچھ نہیں سنتا کہتا ہے کہ بڑا بھائی اب میرے والد کی بجائے ہے وہ جو کرتا ہے اچھا سمجھکر کرتا ہے مجھے یہ کوٹھری اچھی ہے میری جورو نادان ہے۔ وہ زیور کپڑے ان کی سنبھال نہیں کر سکتی۔ بڑے بھائی نے بہت اچھا کیا ہے کہ اسے اسی حالت میں رکھا ہے میں بہت خوش ہوں کہ بیفکر رہتا ہوں اور مزے سے بسر کرتا ہوں جب مجھے کوئی ضرورت ہوگی تو وہ ہی بڑا بھائی بہم پہنچاویگا۔ باپ کی دولت اسکے ہاتھ رہی تب کیا میرے ہاتھ رہی تو کیا؟ بڑے بھائی کی جورو اس پر بھی بہت کڑھتی رہتی ہے کہ اس تنگ حالی میں رکھے جانے پر بھی اسکا دیور اور اسکی جورو ہمیشہ خوش نظر آتے ہیں اور کبھی شکایت کا لفظ زبان پر نہیں لاتے گو اسکو انکی طرف سے کوئی موقعہ نہیں ملتا کہ وہ انکے ساتھ لڑے یا جھگڑا برپا کرے تاہم وہ اکیلے بیٹھے ہوئے سوچا کرتی ہے کہ اگر میں نے دیور کو مع اسکی جورو اور بچے کے خوار کر کے گھر سے نہ نکالا تو میرا نام نہیں۔

چھوٹے بھائی کی جورو کو خدا نے نیک مزاجی کے ساتھ ہی خوبصورتی بھی بخشی تھی جس کے ساتھ بھولاپن ایسا اعلیٰ تھا کہ سادے کپڑوں میں بھی اُسکا حسن ایسا چمکتا تھا کہ بڑے بھائی کی جورو بناؤ سنگار کے باوجود اسکے مقابلہ میں گرد معلوم ہوتی تھی اس سے سرلا کی جٹھانی بوجہ بدمزاجی اور جلتی اور کڑھتی تھی۔ جب وہ بیچاری میلے کپڑے پہنے ہوئے بھی سامنے آتی تھی لیکن چہرہ اسکا بشاش دکھائی دیتا تھا تو بڑی ہی جلکر کوئلہ ہو جاتی تھی کہ اسکا ناداری میں بھی یہ خوش کیسے ہے اور میرے پاس اتنا خزانہ ہے۔ میں پر بھی میں ایسی کیوں نہیں ہوں ہو نہ ہو چھوٹے بھائی کے پاس کوئی خزانہ علیحدہ ہے جو اس نے چھپا رکھا ہے نہیں بھی باپ کی ہی تب ہوں کہ اسکو دربدر نہ کیا!

یہ کمبخت عورت اپنے بیوقوف [illegible] خاوند کے دل میں کان بھرتی ہے اور چھوٹے بھائی اور بھاوج کی طرف سے ایسے بدظن کرتی رہتی ہے کہ یہ ایسے مغرور ہیں ان دونوں مٹھوں کنگالوں کی چھٹی تو دے اپنے پیچھے کیوں لگا رکھی ہے۔ ایک تو تیرا ہی کھاتے ہیں خود کچھ کام نہیں کرتے اور تجھ کو بھی غیروں میں بدنام کرتے ہیں کہ ہمیں کچھ نہیں دیتا ادھر تو یہ ہے کہ دن بھر کام کرتے کرتے تھک جاتا

ہے اور مشکل سے ایک روٹی بھی ہضم نہیں کر سکتا ادھر تیرا چھوٹا بھائی ہے کہ دن بھر سیر و تماشہ میں مشغول رہتا ہے اور تجھ سے چوگنا کھانا کھاتا ہے۔ اسکی جورو ہے کہ اپنی خوبصورتی کے گھمنڈ میں کسی کو کچھ نہیں سمجھتی اور میں ہوں کہ دن بھر گھر کے دھندوں میں مر رہی ہوں۔ مجھ سے ایسا برداشت نہیں ہو سکتا بھائی ہوگا تو تیرا ہوگا میرا یہ کون لگتا ہے۔ میں اسکی اور جورو کی صورت سے بیزار ہوں۔ جس نفرت کے ساتھ وہ مجھے دیکھتے ہیں میں ایک دن زندہ نہیں رہ سکتی اگر تم نے جلد اسکا بندوبست نہ کیا تو مجھے زہر دے ڈالو یا میں خود زہر کھالونگی۔

بڑا بھائی جورو کا غلام ہوکر اس پیچ کو نہیں سمجھ سکتا اور اگر اسے کہتا ہے کہ میرا چھوٹا بھائی مفت کا نہیں کھاتا اس کمائی میں اسکا بھی حصہ ہے لیکن وہ ایسا سعادت مند ہے کہ میری خدمت نوکروں سے بھی زیادہ کرتا ہے اور جس طرح غریبی میں رہتا ہے اسمیں خوش ہے کبھی شکایت نہیں کرتا مگر اسکی بدبخت جورو اسے خوب دھمکاتی ہے کہ تو بالکل بیوقوف ہے۔ اب میں یہاں نہیں رہونگی۔ رونے لگ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میں زہر کھالونگی۔ اب اس دنیا میں کسی کام کی نہیں رہی تیرا چھوٹا بھائی تجھے دھوکا دیتا ہے کہ وہ غریب ہے۔ اس نے علیحدہ دولت چھپا رکھی ہے فقط ظاہرداری میں ایسا رہتا ہے تو ایسا نادان ہے کہ اس بات کو نہیں سمجھ سکتا کہ اگر اسکے پاس چھپی ہوئی دولت نہ ہوتی تو تیرے ٹکڑوں پر وہ کبھی اس طرح خوش خوش رہتا؟ بس مجھے اب معلوم ہوگیا کہ تو بھائی کی طرفداری کریگا چاہے میں مر بھی جاؤں میری خاک بھی محبت تیرے دل میں نہیں ہے اگر ایسا سلوک میرے ساتھ کرنا تھا تو مجھ سے شادی کیوں کی تھی میں اس گھر میں اس ذلت کی حالت میں نہیں رہونگی۔ میں ماں باپ کے پاس چلی جاؤنگی اور زہر کھاکر مر جاؤنگی۔ اول اول ڈھکو ٹھوں ٹھوں بس وہ رونے اور دھاڑیں مارنے لگ گئی۔ اس کا خاوند اسکو گلے لگاکر اسے بہت سی تسلی دیتا ہے۔ آنسو پونچھتا ہے اور آخرکار اسے اقرار دیتا ہے کہ میں جلد بس نابکار کو کوئی موقعہ ہاتھ آنے پر نکال دونگا۔

اس کے اگلے روز سے بڑے بھائی کی نظر چھوٹے بھائی پر بالکل بدل جاتی ہے وہ جب اسے دیکھتا ہے وہ بھی جی میں کڑھنے لگ جاتا ہے کہ حرامخور مفت کا کھا کھا کر کیسا موٹا ہوتا جاتا ہے میری جورو سچ کہتی ہے کہ یہ بے پرواہ اور مغرور ہے غریب چھوٹے بھائی کو کچھ خبر نہیں وہ اسی طرح

شگفتہ پیشانی ملنے کے بڑے بھائی سے ملتا ہے۔ مگر بڑا بھائی اس سے اور بگڑتا ہے اور جورو کا منتر اسپر چل گیا ہے اور اس منتر کے بس میں آکر وہ یہ نہیں دیکھتا کہ وہ اس بھائی کا برا چاہتا ہے کہ جو ایک ماں اور باپ کے ذریعہ پیدا ہوا اور دنیا میں اس سے زیادہ عزیز اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اُدھر جورو نابکار اپنے منتر کو چلتا ہوا دیکھکر موقع کی تلاش میں رہتی ہے کہ اپنے خاوند کو بھڑکاوے اور اپنے دیور اور دیورانی کو اسکے آبائی گھر سے نکال دے۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ دھوبی کپڑے دھوکر بڑی بی کے یہاں لاتا ہے اور دھوئے کپڑوں کا ڈھیر اسکے سامنے رکھکر اسکے یہاں سے بہت سے میلے کپڑے دھونے کے لئے لے جاتا ہے۔ سرلا بھی پاس کھڑی ہے وہ بڑی بی سے عرض کرتی ہے کہ یہ میری چادر دو ماہ سے نہیں دھوئی گئی۔ اگر آپ حکم دیں تو میں بھی اسے دھونیکے لئے دیدوں۔ بڑی بی اسپر لال لال ہو جاتی ہے اور دھوبی کے سامنے اسکو گالیاں دیکر کہتی ہے کہ او حرام زادی نابکار تو ہمارے کپڑوں کو دیکھکر جلتی ہے! تو نے خود کو گھر میں کیا خیال کر رکھا ہے تو کیا گھر کی حصہ دار خود کو سمجھتی ہے۔

اتنا غنیمت نہیں سمجھتی کہ میں تجھ پر رحم کرکے تجھے گھر میں رہنے دیتی ہوں اور تجھے کھانا دیتی ہوں بدذات کہیں کی میری لونڈی ہوکر برابری کرتی ہے۔ میرے خاوند کا بہت سا مال چرا چرا کر تم نے گھر میں جمع رکھا ہے۔ اسی سے اب تو حرامزادی میری برابری کرتی ہے۔ دیکھ تو تیرے خاوند کا بھی شکم چاک کرتی ہوں کہ نہیں اور سارا حرام کا مال نکلواتی ہوں کہ نہیں۔

اپنی ایسی توہین دیکھکر اور اپنے جان سے پیارے خاوند کی نسبت ایسا سخت کلمہ سنکر بیچاری سرلا بیہوش ہوکر گر پڑتی ہے بڑی بی نہایت بیرحمی سے اسے ٹھوکر مارتی ہے اور پھر گالیاں دیکر کہتی ہے کمبخت شرم کہیں کی کتیا میرے سامنے یہ محبت کا اظہار تیرے خاوند کی گردن کاٹوں اور اسکے خون سے اپنے پیر دھوؤں ایک اور ٹھوکر مارکر اسے کہتی ہے کہ چل ہٹ یہاں سے چلی جا میرے سامنے مت رہ!! غریب سرلا ایکبار سے زیادہ سخت باتیں سنکر روتی ہوئی اپنی کوٹھری میں چلی آتی ہے اور پھوٹ پھوٹ کر زار زار روتی ہے۔ بیٹا اس کا کھیلتا ہوا چیتھڑوں میں ملبوس اسکے پاس آتا ہے اور گلے لگ کر پوچھتا ہے کہ ماں روتی ہے کیا بات ہے۔ میں ابھی باباکو بُلا لاؤں گا کیوں تو روتی ہے؟ بیچاری سرلا اس بچے کی حالت دیکھ کر اسوقت اور روتی ہے۔

بن سجکتے ہیں یہ دو کام ہوا وہ اسکے باپ وقت کا دھوبی تھا وہ نہایت ششدر ہو کر
اوپر سے کپڑے لیکر نیچے سرلا کی کوٹھری کے پاس آتا ہے۔ اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرتا ہے کہ مینے
بہت نمک آپکا کھایا ہے۔ مجھے تمام خبر ہے میں غلام ہوں مجھے اپنا کپڑا دیجئے میں دھولاؤنگا
سرلا ابھی جواب بھی نہیں دینے پائی کہ بڑی بی کوٹھے پر سے دیکھکر چلاکر کہتی ہے کہ او حرامخور کی
خانہ خراب اب تو دھوبی کے ساتھ یارانہ نکالنے لگی ہے اور ہمارے گھر کی عزت کو ڈبونے لگی ہے!!

دھوبی یہ کلمہ سنتے ہی روتا ہوا بھاگ جاتا ہے اور سرلا اکیلی بچے کو گود میں لے زار زار روتی
ہے۔ دل میں سوچتی ہے کہ خاوند سے کہوں یا نہ کہوں خیال کرتی ہے کہ میرا خاوند میری آنکھوں کا تارا میرا
سرتاج بہت بھولا اور سادہ دل ہے وہ اپنے بڑے بھائی اور بھاوج کا ایسا گرویدہ ہے کہ میری بات کا
یقین نہیں کریگا۔ مجھے جھوٹا سمجھیگا۔ اگر اسنے سچ بھی سمجھا تو اسکے شگفتہ چہرہ پر بہت اداسی آجاویگی
آخرکار وہ فیصلہ کرتی ہے کہ میں کچھ نہ کہونگی اور دل کو تسکین دیکر مکان کی صفائی میں لگ جاتی ہے۔

ادھر سے بڑی بی اس واقعہ کو نہایت نمک مرچ لگا لگا کر اپنے خاوند کو سناتی اور اسکے کان بھرتی ہے
کہ تیرے بھائی کی جورو نے اس طرح مجھے گالیاں دیں مقابلہ کیا اور پھر دھوبی سے یارانہ گانٹھا جو میں نے
اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بڑا بھائی اپنی جورو کی چکنی چپڑی باتوں میں آکر اسکو اپنا خیرخواہ سمجھنے
لگتا ہے اور چھوٹے بھائی کی طرف سے اور بدظن ہوکر جورو کے پیر پکڑ لیتا ہے کہ تو ہی میرے خاندان
کی عزت رکھنے والی ہے میں بھائی بھاوج کو نکال تو دونگا۔ مگر مجھے یہ خیال گذرتا ہے کہ یہ
دونوں زن و مرد گھر کے کام دھندے کی بہت خدمت کرتے ہیں۔ اگر انکو نکال دونگا تو دو ملازم
ضرور رکھنے پڑینگے۔ اس کی جورو کہتی ہے کہ اس بات کی کچھ فکر نہ کرو میں اپنی ماں اور بھائی کو
یہاں بلوالونگی وہ یہیں رہینگے۔ اور ان نابکاروں سے زیادہ تیری خدمت کرینگے۔ اس دن کے بعد سے
چھوٹے بھائی کو ہر وقت بڑے بھائی کی طرف سے جھڑکیاں پر جھڑکیاں ملتی رہتی ہیں لیکن وہ بیچارہ
پھر بھی خیال نہیں کرتا۔ چند روز کے بعد ایک واقعہ یہ ہوتا ہے کہ اس مکان میں خوانچے والا سودا
بیچنے آتا ہے۔ دونوں بچے اور دونوں کی والدہ وہیں ہیں۔ بڑی بی اپنے بچے کو دو ایک پیسہ کا
سودا لے دیتی ہے وہ اکیلا کھانے لگتا ہے اور چھوٹے بھائی کا بچہ سامنے ترستا ہے۔ اسکی ماں یعنی
سرلا کے پاس پھوٹی کوڑی نہیں ہے۔ بچہ اسے کہتا ہے ماں میں بھی یہ لونگا۔ میرا بھائی مٹھائی

اے ہائے افسوس ابھی سگا بھائی اور بھاوج زن و مرد کے نام سے پکارے جانے لگے سچ ہے عورت کے ہاتھ گھر کی بہت
کچھ چابی ہے۔ چاہے تو آباد خانہ کو برباد کرے چاہے تو ویران کو خانہ آباد بنا دے۔

[illegible]

آنسو پونچھتی ہے۔ مگر بڑی بی کا دل نہیں پگھلتا کہ اسے بھی کچھ دیوے۔ آخر بچے کے رونے سے لاچار ہو کر سرلا بڑی بی سے عرض کرتی ہے۔ کہ ایک پیسہ مجھے بھی دیجئے۔ بچہ رو رہا ہے۔ یہ بھی تمہارا ہی بچہ ہے۔ میں اسے کچھ لیکر راضی کر دوں۔ بڑی بی کو پھر موقع ہاتھ لگا سو وہ کہتی ہے ہے ہے تیری آنکھیں پھوٹیں تو میرے بچے کو دیکھ کر جلتی ہے تو ڈائن کہاں سے اس گھر میں آ گئی تیرے بچے کی بوٹیاں نوچوں چیلوں کو کھلا دوں تو بھکارن میری لونڈی اپنے بچہ کو میرا بچہ کہکر میری ہتک کرتی ہے۔ چنڈالنی نکل میرے گھر سے باہر بس اب حد ہو گئی ہے۔ اب ایکدن بھی تجھے رہنے نہ دونگی۔

سرلا روتی ہوئی اور اپنے روتے بچے کو ساتھ لیتی ہوئی اسکے سامنے سے چلی جاتی ہے۔ اور پرمیشور سے دعا مانگتی ہے کہ اس دنیا سے اٹھا لیوے۔ مگر جب چھوٹے بچے کو دیکھتی ہے۔ کہ اسکے سر پر کون ہے تو اور روتی ہے اور کہتی ہے کہ اے میرے پھول سے بچے تو اس لائق نہ تھا کہ یہ تکلیف بھوگے۔ کیوں تو مجھ بدقسمت کے گھر میں پیدا ہوا میری بدنصیبی تجھے تکلیف دے رہی ہے۔ اگر تو کہیں دوسرے گھر میں پیدا ہوتا تو اچھا تھا اب کیا کروں۔

رات کو سرلا کا خاوند آتا ہے۔ اسکے سامنے یہ ڈر ڈر کر سب حال کہتی ہے۔ اسکے دل پر تباہی اثر ہوتا ہے کہ بڑی بھاوج کی غلطی ہے۔ اس نے غصہ سے اتنا کہہ دیا ہے لیکن بڑے بھائی کی طرف سے اس کے دل میں کوئی میل نہیں بیٹھتا۔ وہ سرلا کو سمجھاتا ہے کہ رنج دور کر دے میں کل بڑے بھائی کو کہدونگا۔ وہ سب معاملہ ٹھیک کر دیگا۔ اسکی میرے ساتھ بڑی محبت ہے۔

جب بڑی بی کا خاوند گھر آتا ہے۔ تو بڑی بی نے آسمان زمین کو ایک کر ڈالا کہا کہ میں اب اس گھر میں نہیں رہونگی۔ چولہے میں جائے تیرا بھائی اور بھاوج روز روز کی لعنت ملامت کون برداشت کرے۔ دیکھتا نہیں کہ آج تیری چھوٹی بھاوج نے بیچ محلے کے میری عزت برباد کر ڈالی مجھے کہنے لگی کہ مجھے پیسے دے میں تجھ کو سود کے ساتھ واپس کرونگی۔ ہاں یہ مجھکو سود دینے والی ٹھہری اور میں اس سے سود کھانے والی ٹھہری جبھی تو تم سے کہتی ہوں کب تجھے لوٹ لوٹ کر دولت انھوں نے جمع کر رکھی ہے۔ جو آج اس نے سود دینے کا نام لیا۔ اب یا یہ گھر میں رہے

اور یا میں رہوں۔ ابھی اس بات کا فیصلہ ہو جانا چاہیئے۔ بڑا بھائی زن مرد اور بدبخت اپنی جورو کو وعدہ دیتا ہے کہ اب رات ہو گئی ہے کل سویرے ہی دونوں کو گھر سے نکال دونگا۔

صبح ہوتی ہے چھوٹا بھائی اس نیت سے بڑے بھائی کے سامنے جاتا ہے کہ اس سے عرض معروض کرے۔ وہ اپنے منہ سے بات بھی نہیں کہنے پاتا کہ بڑا بھائی نہایت بیرحمی کے ساتھ بجلی کی طرح اس پر ٹوٹتا ہے اور ایسی ایسی سخت گالیاں اور دل میں سوراخ کر دینے والے فقرے کہتا ہے۔ کہ اس وقت تماشہ دیکھنے والے بھی دل کو تھام نہیں سکتے۔ مجھ کو پینے چلا ا۔ تجھ کنگال کے بچے کو میں نے آدمی بنایا میرا مال لوٹ لوٹ کر تو نے کھایا حرام خور بن گیا دولت تو نے علیحدہ جمع کر لی مجھے کیا معلوم تھا کہ سانپ کو میں دودھ پلاتا رہا۔ اب تیری جورو مجھے سود دینے والی بن گئی تیری چھنال جورو نے گھر کی عزت برباد کر ڈالی دھوبی کے ساتھ یارانہ لگاتی ہے دوکاندار کوئی اس نے نہ چھوڑا۔ بے شرم پاجی نکل میرے گھر سے میں تیری صورت نہیں دیکھنا چاہتا۔ تجھے گھمنڈ ہوگا کہ اس مکان میں تیرا بھی حصہ ہے۔ کہ باپ کا مکان ہے۔ باپ پہلے ہی تجھکو حرامزادہ سمجھتا تھا تو اس کا بیٹا ہی نہیں ہے۔ تیرا کچھ واسطہ یہاں نہیں ہے۔

چھوٹا بھائی یہ باتیں سنتا پتھر کی طرح بت ہو جاتا ہے۔ زبان سے کچھ نکال نہیں سکتا اپنے بڑے بھائی کی غضب آلود آنکھوں کے ساتھ اپنی شرمسار آنکھیں ملا کر عاجزی سے فقط یہ کہتا ہے کہ "بھائی" لیکن آنکھیں اس کی بتا رہی ہیں کہ "بھائی تمہاری زبان سے یہ کیا سُن رہا ہوں"۔ بڑا بھائی اس کلمہ کو بھی برداشت نہیں کر سکتا۔ بس بس خبردار مجھے اگر پھر بھائی کے نام سے پکارا میں تیرا بھائی نہیں ہوں تو حرامزادہ کہاں سے میرا بھائی ہے۔ بس میں تیری صورت سے بیزار ہوا۔ اسی دم گھر سے نکل جا۔ یہ کہکر بڑا بھائی سامنے سے ہٹ کر چلا جاتا ہے اور نوکر کو تندی سے حکم دیتا ہے کہ اس آدمی اور اس کی چھنال عورت ان دونوں کو نکال دو۔ اگر خود نہ نکلیں اور اسی دم مکان خالی نہ کر دیں تو پولیس میں رپورٹ دو کہ یہ لچے میرا گھر لوٹنے کو یہاں ٹکے ہوئے ہیں۔ چھوٹا بھائی کھڑے ہی کھڑے یہ سب سنتا ہے اور بڑے زور کی آواز سے "ہائے" کہکر نیچے چلا آتا ہے۔

اندر بڑے بھائی اور اس کی جورو میں پھر باتیں ہوتی ہیں۔ جورو کہتی ہے کہ مجھے اب
بھی یقین نہیں کہ یہ بے شرم یہاں سے نکلے! در اصل وہ دل میں ڈرتی ہے کہ کہیں یہ بھائی
بھائی پھر ایک نہ ہو جاویں اور قدرتی محبت زور نہ مارے۔ اس لئے وہ جلد اس معاملہ
کا خاتمہ کرنا چاہتی ہے۔ بڑا بھائی ناگن کے سحر میں پھنسا ہوا کہتا ہے کہ اگر اب بھی
نہ نکلا تو جوتے ہی مار کر نکالوں گا۔ دیکھتی رہنا میں ایسا نہیں ہوں کہ اپنی بات سے ٹل
جاؤں۔ جب تک مجھے یقین نہ تھا تب تک جو چاہا میرے بھائی نے کھایا لٹایا۔ اب
جب یقین اس کی حرکات کا ہو گیا ہے تو میں ایک پل بھر بھی اسے یہاں نہ رہنے دونگا
جورو صاحب یہ سُنکر اس کے گلے چمٹ جاتی ہے اور کہتی ہے کہ میرے پیارے آج مجھے
معلوم ہوا کہ تم مجھ سے محبت کرتے ہو اور بودے خاوند نہیں ہو جیسا میں تم کو سمجھتی تھی۔

قصہ طویل ہے مگر مختصر یہ ہے کہ چھوٹا بھائی جس کے پاس ایک پیسہ نہیں اپنی پیاری
سرلا کو لیکر گھر سے روتا روتا نکلتا ہے۔ ایک اور دوست جو انکے باپ سے واقف تھا وہ انکو
ٹھکانا دیتا ہے۔ اس کے اپنے باپ کے وقت کی دایہ چپکے چپکے سرلا کے پاس آتی ہے۔
رو رو کر جدائی کا غم ظاہر کرتی ہے۔ اور اپنی کمائی میں سے بچے ہوئے تین روپے اسے دیتی ہے
سرلا روتی ہوئی کہتی ہے۔ اے دایہ آج یہ دن ہے کہ تیرے دل میں خدا نے ہماری طرف
رحم کرنے کا خیال ڈالا۔ مگر جن پر ہمیں امید تھی ان کا یہ حال ہے! اسرلا کا خاوند اس
تنگ حالت میں اپنی پیاری سرلا سے رخصت ہوتا ہے کہ اب کہیں کمانے جاتا ہوں۔ رو
رو کر گلے ملتے ہیں اور سرلا کا خاوند اس آبائی قصبہ کو چھوڑ کر کمانے کی نیت سے کلکتہ کی
طرف پیدل کوچ کرتا ہے۔ سرلا چکی پیس کر اور گھر والوں کی خدمت کر کے گذارہ کرتی
اور بچے کو پالتی ہے۔

بڑے بھائی کی جورو نے اپنی ماں کو اور اپنے بھائی کو دوسرے موضع سے منگا کر گھر میں
دخل کر لیا ہے۔ اب اسکی جورو کا مزاج آسمان پر ہے۔ اگر اسکا خاوند کسی بات پر کبھی
ناراض ہوتا ہے تو اس کی ساس اور سالا دونوں جورو کا پارٹ لیتے ہیں اور اسکی ایک نہیں
چلنے دیتے۔ اس کی جورو کا بھائی اچھے اچھے کپڑے پہنتا ہے۔ عیاشی کرتا ہے۔ روپیہ

لٹاتا ہے۔ ایک دفعہ پولیس میں گرفتار ہو جاتا ہے۔ جورو اپنے خاوند کو دھمکاتی ہے کہ چھڑا کر لاؤ وہاں دوسو روپیہ رشوت کے دینے پڑتے ہیں۔ اور وہ چھوٹ کر آتا ہے۔ پھر اس دیہی الجھن میں۔ اس کو اپنی بہن کی شہ ہے اور بہن نے خاوند کو قابو کر رکھا ہے۔ مال اسباب اپنے ہاتھ کر لیا ہے۔

اس حالت کو دیکھکر کبھی کبھی بڑے میاں ہاتھ بھی ملتے ہیں۔ اور سر پیٹتے ہیں کہ بھائی بھاوج کو گھر سے نکالا۔ انکے بدلے سانس بہالے نے آکر گھر پر قبضہ کر لیا ہے۔ خرچ دس گنا یہی دونوں کھا جاتے ہیں۔ میں بھی کسی کام کا نہ رہا۔ گھر میں عزت کھو بیٹھا۔ اگر اس وقت میرا چھوٹا بھائی ہوتا تو یہ حالت کیسے ہونے پاتی۔ مگر ہائے اب چھوٹے بھائی کا بھی پتہ نہیں ہے۔ نہ معلوم وہ غریب کہاں ہوگا۔

سرلا اکیلی وقت کاٹ رہی ہے اور اپنے خاوند کی باٹ دیکھ رہی ہے۔ مدت سے اسکا کوئی خط پیغام نہیں آیا۔ اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ اس کے خاوند نے کوئی خط اس کو نہیں بھیجا۔ بلکہ یہ بات تھی کہ بڑے میاں کا سالا اکثر سرلا کے مکان کے آس پاس پھرا کرتا تھا۔ اس کے نام کا کوئی خط آتا تھا۔ تو ڈاک والے سے یہ سرلا کی طرف سے لے لیتا تھا اور ڈاک والے کو یقین دلا رکھا تھا کہ وہی سرلا کا مختار ہے۔ سرلا لکھنا پڑھنا نہیں جانتی اس لئے وہی اس کی طرف سے دستخط کرنے والا بن بیٹھا۔

سرلا کا خاوند اس کو برابر دس دس بیس روپیہ کمائی سے بچا کر بھیجتا تھا اور بچے کو پیار اور محبت کے خط لکھتا تھا۔ لیکن سرلا بیچاری کو نہ روپیہ پہنچا نہ کوئی خط پہنچا۔ سب روپیہ بڑے میاں کا سالا بیکر ہضم کر جاتا تھا۔

ادھر سے سرلا کا خاوند گھر سے کوئی خط سرلا کا نہ آنے کی وجہ سے نہایت بیتاب ہوا۔ سرلا کو کیا ہوا۔ روپیہ کی رسید کیوں نہیں آئی۔ بچہ کی کیا خبر ہے۔ حالت کیسی ہے۔ دل میں خوش تو تھا کہ روپیہ پہنچنے سے سرلا بہت خوشی کے ساتھ بسر کرتی ہوگی۔ اور میرے بڑے بھائی کی بیوفائی کی تکلیف کو بھول گئی ہوگی۔ مگر جب مدت تک اس کی خبر نہ آئی تو اس سے رہا نہ گیا اور اپنے آقا سے رخصت لیکے گھر کو روانہ ہوا۔

ادھر سرلا بیچاری مصیبت کی ماری کوڑی کوڑی کو لاچار تھی۔ بدقسمتی سے بیمار ہو گئی خاوند کی کوئی خبر نہ آنے سے اس کی بیماری اور بڑھتی گئی۔ کوڑی پیسہ پاس نہ ہونے سے دوائی بھی نہ کر سکی۔ فقط اسکے گھر کی بڑی دایہ کبھی کبھی چوری چوری آکر خبر لیجاتی اور دلاسا دیتی تھی۔ سرلا بیماری میں گھلی جاتی تھی۔ کبھی کبھی خاوند کا نام دایہ سے سُنکر آنکھ کھول دیتی تھی۔ مگر اس کی حالت دن بدن بہت نازک ہو گئی۔ دایہ سے کہتی ہے کہ میرا پران پیارا نہ معلوم کہاں ہے۔ ان کی کوئی خبر نہیں۔ مجھ ابھاگن کو وہ بھی بھول گئے۔ اچھا وہ خوش رہیں۔ میں تو اب مرنے والی ہوں ضرور جلد مر جاؤنگی۔ اگماں کی گود میں میری جان نکلتی تو اچھا تھا۔ ہے پرمیشور مرنے سے پہلے ایک دفعہ مجھے اپنے پران پیارے سے ملا دے۔

دایہ تسکین دے رہی ہے کہ اتنے میں سرلا کا خاوند سرلا کے لئے کچھ سوغات اور پہننے کیلئے کچھ زیورات کھلونے لئے ہوئے گھر میں گھستا ہے۔ دایہ کہتی ہے سرلا وہ آ گئے جن کی تو یاد کرتی تھی۔ سرلا کو یقین نہیں آتا آنکھیں کھولتی ہے۔ سامنے خاوند موجود ہے۔ بستر سے اُٹھنا چاہتی ہے مگر پڑتی ہے اُٹھ نہیں سکتی۔ خاوند دوڑکر اسے گود میں لے لیتا ہے گھر میں نہایت بیکسی اور غریبی کی حالت دیکھ کر چھٹ پٹاتا ہے کہ روپیہ بھیجا ہوا کہاں گیا۔ ایک ساڑھی سرلا کے تن پر ہے۔ بچہ میلے چیتھڑوں میں ہے۔ سرلا سے کہتا ہے سرلا سرلا یہ کیا حالت ہے۔ تو نے کیوں میرے خطوں کا جواب نہیں بھیجا۔ میں جب انتظار میں ہار گیا تو یہاں آیا ہوں۔ تو بیمار تھی تو کسی طور سے ہی خبر تو بھجوا دیتی۔ سرلا دھیمے دھیمے آنکھیں کھول کر کہتی ہے۔ پران پیارے جب آپکا پتہ ہی معلوم نہیں تھا تو خط کہاں بھیجتی میں تو بھلا عورت ذات تھی اگر خط نہیں بھیجا تو تعجب نہیں۔ مگر آپنے اپنی لونڈی کو کیوں فراموش کر دیا؟ سرلا کا خاوند نہایت حیران ہوتا ہے کیا میرا خط کوئی نہیں پہنچا؟ سرلا جواب دیتی ہے کہ اگر پہنچتا تو یہ حالت کاہے کو ہوتی؟ خاوند کہتا ہے تو روپیہ جو میں نے چار مرتبہ بھیجا تھا وہ بھی نہیں پہنچا؟ سرلا۔ پیارے خواب کی باتیں سمجھ کے میرا دل رکھتے ہو روپیہ کیسا۔ جب خط نہیں تو روپیہ کہاں سے؟ سرلا کے خاوند کے دل پر بڑی چوٹ لگتی ہے وہ زار زار روتا اور چلاتا ہے ہائے کس کمبخت نے یہ حالت میری سرلا کی کر دی؟ کس نے یہ دھوکہ دیا۔

سرلا اسے بہت ہلکی ہلکی آواز سے تسکین دیتی ہے۔ پیارے اسوقت رنج نہ کرو میں اب بڑی خوشی سے مرتی ہوں پرمیشور نے میری سن لی کہ اسوقت میں آپکی گود میں جان چھوڑونگی۔ مجھے اپنا خوشی سے بھرا چہرہ دیکھنے دو! سرلا یہ کہکر اپنی قریب المرگ آنکھیں بڑے پیار سے کھولتی ہے۔ چہرہ پر مردنی آتی ہے۔ خاوند چلاتا ہے سرلا سرلا صبر کرو ابھی آرام ہوجاتا ہے۔ اری دایہ ڈاکٹر کو بلا۔ ارے یہ کیا ہوتا ہے۔ جلدی جا جلدی جا۔ یہ الفاظ سرلا کے خاوند کے منہ سے نکل رہے ہیں کہ سرلا نے جان چھوڑ دی!!

خاوند اسکا سر پیٹتا اور روتا ہے ہائے میری سرلا میری بھولی سرلا کیا یہی دن دیکھنے کیلئے میں یہاں آیا تھا ہائے میرے بڑے بھائی ہیں اسوقت پرمیشور کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں کہ میں نے تجھکو باپ کی جگہ سمجھا تیرے حکم کی عدولی نہ کی تونے حکم دیا تو میں نے باپ کے گھر سے نکلنا منظور کیا اور اف نہ کی او ظالم مجھ سے اگر کوئی رنج تھا تو اس غریب سرلا پر بھی تجھے رحم نہ آیا میری غیر حاضری میں بھی تونے اسکی خبر نہ لی اور ٹکڑوں کو محتاج ہوکر اس طرح مرگئی ہائے افسوس میں کیوں دنیا میں آیا تھا۔ ہائے سرلا میری پیاری میری بھولی سرلا! سرلا بول تو سہی قسم ہے کہ ایک دفعہ تو بول۔ مگر سرلا کہاں؟ وہ دکھیاری اس دنیا کے دکھوں سے پار ہوگئی!!!

سرلا کا خاوند اسکی تجہیز و تکفین کرتا ہے۔ اس سے فارغ ہوکر بھی اسکا دل پیچ و تاب کھاتا ہے کہ روپیہ میرا بھیجا ہوا کہاں لے گیا وہ ڈاکخانہ میں عرضی دیتا ہے۔ رجسٹری کی رسیدیں دکھاتا ہے تحقیقات ہوتی ہے اور پتہ لگتا ہے کہ اسکے بڑے بھائی کے سالے نے دھوکا دیکر یہ روپیہ ہضم کیا وہ گھر میں چھپ جاتا ہے اپنی بہن کے کپڑے پہن لیتا ہے۔ پولیس کے لوگ گھر کو محصور کرکے اسکی تلاشی لیتے ہیں۔ وہاں سے وہ پکڑا جاتا ہے اسکو دس سال کی قید ہوتی ہے۔ بڑے بھائی کا بہت سا روپیہ سالے کو بچانے کیلئے رشوت میں برباد ہوتا ہے۔ جورو جوتیاں مارتی ہے کہ تونے میرے بھائی کو قید میں ڈلوایا وہ جوتیاں کھاتا اور قسمت کو پیٹتا ہے۔ جورو کو دھمکاتا ہے تو وہ ایک نہیں مانتی اسکی ماں بھی لڑکی کے ساتھ ملکر داماد کو گالیاں دیتی ہے۔ جب بڑے میاں بہت ستاتے ہیں تو جورو جواب دیتی ہے کہ تم سے کسی کو بہتری کی کیا امید ہے۔ میں تم کو جوتی کے برابر نہیں سمجھتی تونے اپنے چھوٹے بھائی کی یہ گت کی اور اسکی جورو کا یہ حال کیا اپنے سگے بھائی پر تجھے رحم نہ آیا۔ تو مجھے کیا امید تم سے ہے!!! بڑے میاں کی آنکھیں کھلتی ہیں ہاتھ پیٹتا ہے۔ چھوٹے بھائی کی تلاش کرتا ہے مگر وہ دکھیارا اپنے چھوٹے بیٹے کو ساتھ لئے ہوئے سرلا سرلا کی یاد کرتا ہوا اپنے آبائی گاؤں کو چھوڑ گیا ہے پردہ گرا اور ڈراما تمام ہوا + زن مرید تریا چرتر سے بچو +

ملنے کا پتہ:۔ امیر چند آریہ سیوک دچھووالی پوڑیاں ہرچرن مصر شہر لاہور

ہم آہنگی زندگی ہے غیر ہم آہنگی موت

زندگی کی علامت ہا ہمہ حفاظت غیرت

موتیوں کی لڑی

1288

ان اوہ

قابلِ رحم زن مریدوں کی قسمت کے کرچھے

دھرم پتنی یا دھرم پُٹنی

آپ کسی شہر میں چلے جاؤ کسی گلی کوچہ میں گذرو۔ آپکو کسی نہ کسی جگہ کیا بلکہ ۹۹ فیصدی گھروں میں فساد و نفاق کے شعلے دہکتے نظر آوینگے۔ ایک گھر میں پانچ بھائی ہیں فرض کیجے کہ انکے نام الف۔ ب۔ ج۔ د۔ ر ہیں۔ جبتک کہ انکی شادی نہیں ہوتی وہ سب یک جان ہیں۔ گو مختلف قالب ضرور ہیں ایکدوسرے کے دُکھ سُکھ کے ساتھی اور ایکدوسرے خون بہانے والے ہیں۔ مگر جونہی انکی شادی ہو جاتی ہے اور ہر ایک کی استری آ جاتی ہے۔ تو سب محبت ٹھٹنے لگ جاتی ہے۔ وہ اس قدر زن مرید ہو جاتے ہیں کہ جو کچھ عورت کہے وہی کرتے ہیں۔ ماں یا باپ بھائی جائیں چولہے میں۔ زن مرید اپنی ساری آمدنی اپنی عورت کے کہنے سے صرف کرتا ہے۔ استری اپنے بھائیوں بہنوں ماتا پتا کے گھر کو مال و اسباب سے خوب بھرتی رہتی ہے۔ جو چاہتی ہے کرتی ہے۔ خاوند کا کوئی اختیار روکنے کا نہیں۔ بلکہ بعض چالاک۔ خود غرض۔ بخیال خود عقل مند لوگ لڑکی یا بہن وغیرہ اسکے گھر ہی ڈیرہ لگا لیتے ہیں۔ بیچارہ خاوند ذرا روک نہیں سکتا۔ مگر جب کبھی اتفاقاً ایک آدمی کا بھائی یا بہن یا ماں باپ آتے ہیں تو گھر میں لمبا سیاپہ شروع ہو جاتا ہے۔ آخر یہ بات کیا ہے کہ ان پڑھ اور جاہل عورت پڑھے لکھے خاوند کی زبان و مُنہ پر گوند اور عقل پر تالا کیوں لگا دیتی ہے۔ سچی بات یہ ہے کہ جہاں استری چڑیل کی شکل اختیار کریگی وہاں عورت کا القاب خاوند کو ملے ہی گا۔ ایسے ایسے نظارے ۹۹ فیصدی گھرانوں میں نظر آرہے ہیں اور ایسے زن مرید لوگ دنیا ہی میں دوزخ کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جو لوگ چاہتے ہیں کہ انکے گھروں میں جوتی پیزار نہ ہووے اور زندگی تلخ نہ ہو جاوے۔ وہ اپنی پوری عقل سے کام لیں۔ زن مرید نہ بن جاویں۔ یہ دنیا دھرم کی جگہ ہے۔ استری ہی دھرم کراتی ہے اور استری ہی پاپ کراتی ہے۔ پیارے بھائیو اگر آپ چاہتے ہو کہ آپکے پریوار میں پوری شانتی رہے۔ تو استری کی ہر بات اور ہر قول پر عقل سے تالا و تار کر پورا وچار کرنیکے بعد عمل کرو ورنہ خدانخواستہ اگر آپ زن مرید ہی بن جاؤ گے تو سخت شرمندگی اُٹھاؤ گے۔ آپکی ضمیر بھی لعنت کریگی۔ میں یہ نظارے مختلف پریواروں میں روز دیکھ رہا ہوں۔ اسلئے مجھے اس معاملہ پر لکھنا پڑا ہے اُمید ہے کہ میری گذارش پر پوری غور ہوگی۔

خیر خواہ دھرم کا سچا سیوک ـ ـ ـ

عورت

اے عورت تو نے انسان کے لئے اِس دُنیا کو جنت بنا دیا۔" دُنیا میں ایسی ویران طبیعت کے انسان بھی موجود ہیں۔ جو کسی ذاتی خوبی کے باعث انسانوں میں تو خاص عزت اور درجہ بھی رکھتے ہیں۔ مگر عورت کا نام سُنتے ہی اِن کی طبع نازک بیزار ہو جاتی ہے۔ عورتوں پر فریفتہ عاشق مست تو سارا جہان ہی نظر آتا ہے۔ مگر عورت کیا چیز ہے۔ مرد سے اِس کا کیسا رابطہ ہے؟ یہ مٹی کی مورت حُسن کی دیوی کیوں ہے۔ اِس کی پرستش اور پوجا کیوں کی جاتی ہے۔ انسان اِس پر کیوں فریفتہ ہو کر دین و دُنیا کو ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے۔ یہ راز ہیں۔ جن کو سمجھنے کی نہایت ضرورت ہے۔ یُوں تو اُن رازوں کے سمجھنے کے لئے ایک جملہ ہی جو اِس مضمون کے شروع میں درج ہے جواب ہو سکتا ہے۔

(۲) مگر جن لوگوں کو اچھے اچھے قابل عزت اور قومی لیڈروں کی سوانح عمریوں کے پڑھنے کا شوق ہوتا ہے۔ وہ اِس بات کو اچھی طرح سے جان سکتے ہیں۔ کہ جن اشخاص کو ہم قابل عزت خیال کیا کرتے ہیں۔ اُن کی ہستی کے سدھار کا بڑا وسیلہ کوئی نہ کوئی عورت ہی ضرور ہوتی ہے۔ جو اِس کی بچپن میں پرورش کرتی ہے۔ خواہ ماں ہو یا کوئی اور رشتہ دار ہو۔ عورت میں قدرتی ذہانت اور سلیقہ شعاری کا مادہ زیادہ ہوتا ہے۔ خواہ اُن کی رہت بہت شہری ہو یا جنگلی۔ دُنیا کے جن گاؤں میں آپ جائیں گے ہر ایک گھر میں عورتوں کی عقل کی داد دینی پڑتی ہے۔ مہذب سے مہذب جماعت انسانوں کی گِنی جاتی ہے۔ وہ وہی ہوتی ہے۔ جس میں عورتوں نے اپنی عقل سے زیادہ کام لیا ہے۔ یا دیا ہے۔

(۳) یہ مٹی کی مورت حسن کی دیوی کیوں ہے؟ در اصل عورتوں کو بناؤ سنگار کی اتنی ضرورت نہیں ہے جتنی مردوں کو ہے۔ جو عورتیں بناؤ سنگار کی دلدادہ نہیں ہیں۔ اِن کا چہرہ زیادہ مرغوب اور موزوں ہوتا ہے۔ عورت کی سادگی میں جو دلبستگی ہے۔ تشریح کی محتاج نہیں ہے۔ ایک شریف آدمی نے ایک دفعہ باتوں باتوں میں

ذکر کر دیا۔ کہ عورت بناؤ سنگار میں اتنی مرغوب نہیں ہوتی جیسی کہ سوگواری کی حالت میں ہوتی ہے۔ نورجہاں تو ہم مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ مگر اِسکا نظارہ ہر ایک جگہ موجود ہے۔ کہ اگر چار پانچ عورتیں اکٹھی جا رہی ہوں۔ تو اُن میں وُہی حسین نظر آویگی۔ جو بغیر بناؤ سنگار کے ہوگی۔ سادہ پن کی خوبصورتی سے شاعروں کی عقل بھی چکر میں آجاتی ہے۔

(ب) اِس کی پرستش اور پوجا کیوں کی جاتی ہے؟ ہندو لوگ اِسکو دیوی روپ مانتے ہیں۔ اُوجڑوں کو بسانا۔ سوکھے کو ہرا کرنا۔ نردھن کو دھنی بنانا۔ مُردے کو زندہ کر دینا انکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ انسان کی عزت۔ حرمت۔ پاکدامنی۔ نیک خیالی سب کی شریفانہ فصلیں عورت کے کپڑے کی ایک کنی میں۔ باندھی ہوئی ہوتی ہیں جس مراتب پر انسان پہنچنا چاہتا ہے۔ اُنکی دلی خوشی کے ثمرہ سے پہنچ سکتا ہے۔ ان کا دل دکھایا نہیں۔ کہ وبال آیا نہیں۔ منوجی مہاراج نے سچ کہا ہے۔ کہ جس گھر میں عورت خوش رہتی ہے۔ وہاں دیوتا نواس کرتے ہیں۔

(ج) انسان اِس پر کیوں فریفتہ ہو کر دین و دنیا کو ہاتھ سے دے بیٹھتا ہے۔ انسان کی عورت کے ساتھ محبت قدرتی خاصہ ہے۔ کیونکہ یہ اِسکا جنم استھان ہے۔ پرورش کا ذریعہ ہے۔ پہلا اُستاد۔ پہلا گورو۔ پہلا سکھ دینے والا۔ پہلا دکھ میں خبر لینے والا۔ پہلا سکھ میں نثار ہونے والا۔ ہنسی کی قیمت دینے والا۔ رونے پر دلاسا دینے والا۔ بھوک پر چھاتی سے لگانے والا عورت ہی تو ہے۔ پیدا کرنے والے کے ساتھ رابطہ خالق و مخلوق کے ظاہر کرنے والی ماں سے بڑھکر اور کون ہو سکتا ہے۔ انسان کی عزت و حرمت جب تک اِس کی شادی نہ ہو جائے۔ ماں سے وابستہ ہے۔ شادی ہونے پر عورت سے وابستہ ہے۔ اگر کسی عورت کے بیوہ ہونے سے کوئی دُکھ ظاہر ہو سکتا ہے۔ تو کسی مرد کی عورت مر جانے سے مرد کا دُکھ اِس سے کوئی کم نہیں ہوتا۔ بلکہ زیادہ ہی ہوتا ہے۔ عورت کی امداد میں تو بہت سے وسائل بھی موجود ہوتے ہیں۔ مگر مرد کے واسطے موجودہ وسائل بھی عورت کے مرنے سے دور ہو جاتے ہیں۔ عورت جیتی ہو۔ گھر بستا ہو۔ تو بھرجائیاں بھی

ترکاری بھاجی دے جاتی ہیں۔ عورت مرجائے بھرجائیوں کے گھروں میں سے بھی سالن بلی بو تک نہیں آتی۔ ایک عورت ہوتی ہے۔ چار اس کے پاس آکر بیٹھ جاتی ہیں۔ بال بچوں کا جھرمٹ ایک میلہ ہی تو ہوتا ہے۔ عورت مرجائے لڑکے نافرمان۔ مرد مدوئی کے لئے لاچار۔ لڑکوں کی عورتوں کو روٹی پکا کر دینا غیر مرغوب لڑکی کو اپنا گھر پیارا۔ مرد کی ایسی دردشا ہوتی ہے۔ کہ ساری دنیا اس کے لئے گھور اندھکار ہو جاتا ہے۔ جسکو تشریح کی ضرورت ہو۔ وہ سری رامچندر جی کی سیتا ہرن کی اوستھا کو پڑھے۔ جن کو ہم مرد پڑ ایشور کا اوتار کر کے مانتے ہیں۔ جب وہ بھی استری کے بغیر غایت درجے کے دکھ کو محسوس کر رہے ہیں۔ تو ساد ھارن انسانوں کو کیا دکھ نہیں ہو سکتا۔

(۴) جو لوگ کسی انسان کی عورت مرنے پر اس کی دوسری شادی پر اعتراض کرتے ہیں۔ وہ انسانیت سے گرے ہوئے ہوتے ہیں۔ ان کا دل ظالم ہوتا ہے۔ بیدرد اور سنگ دل ہوتے ہیں۔ کیا درد دکھ کا علاج کرنا پاپ ہے۔ اگر ایک انسان کو بیمار ہوتا ہے۔ تو کیا وہ دوائی کھانے پر پاپی ٹھہر سکتا ہے۔ ادھر تنگ کی مرض کو جو دانا جانتے ہیں۔ کہ یہ کیسی دردناک مرض ہے۔ وہ مریض کے علاج پر نگاہ بد سے نہیں دیکھتے۔ کیا پاپی سورگ کے لئے جتن نہیں کرتا۔ کیا چور کو شریف بننے کی ضرورت نہیں ہے۔ پرماتما کی پوجا۔ پتروں کے واسطے یگیہ۔ اپنی جان کا سکھ۔ عزت۔ معشوقی۔ کوئی دنیاوی کاروبار بغیر عورت کے مرد کا خوشی سے سرانجام پا سکتا ہے۔ تو پھر کسی کے بیاہ شادی پر اعتراض بھی سنگدل کر سکتے ہیں۔ سچ ہے کسی کا درد کون جانتا ہے۔ مگر دل جلے کو دل جلا پہچانتا ہے۔ عورت کے بغیر گھر ڈیرہ ہے۔ ایک عورت کے ہونے سے گھر گھر سمجھا جاتا ہے۔ مگر دس مردوں کا گھر بغیر عورت ہونے سے وہ گھر ڈیرہ خیال کیا جاتا ہے۔ دیکھئے اڑوس پڑوسنیں ایک آدمی کی عورت مرنے پر اس کی قیمت اور مکان پر پورا قبضہ کرتے ہیں۔ ایک آدمی کے مرنے سے عورت کو ویسی پریشانی نہیں ہوتی جتنی کہ عورت کے مرنے سے آدمی کو ہوتی ہے۔ دولت موجود ہو گھر میں سب سامان موجود ہوں تو عورت سارے گھر کو بخوبی سنبھال لیتی ہے۔ مگر جب کہ عورت مر جاتی ہے تو آدمی کو ہر قسم کی تکلیف ہوتی ہے۔ خواہ کس قدر ہی سامان موجود ہوں

وہ روزی کمائے یا کہ بچوں کی پرورش کرے۔ دور جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میری استری جس نے کہ ۲۵ برس تک میرے گھر کو بہشت بنائے رکھا تھا۔ ۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء سے اس سنسار سے چلی گئی ہے۔ دونوں بچے باوجودیکہ میں ان کو ہر ایک قسم کا آرام دے رہا ہوں۔ رُل رہے ہیں۔ میں نے کبھی چابیاں جیب میں نہ ڈالی تھیں۔ اب ۳-۴ قفل لانے پڑتے ہیں۔ گھر دوزخ کا نمونہ بن رہا ہے۔ ہر طرح سے دُکھ ہی دُکھ ہے۔ وہی آدمی جو کہ شریف اور نیک چال چلن کا ہو۔ جبکہ اس کی عورت موجود نہ رہے تو محلے کی عورتوں میں اسکو مشتبہ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ میرے دُکھ سُکھ کی ساتھی میری زندگی کو آرام دہ بنانے والی جس دن سے اس سنسار سے گئی ہے میرا گھر شمشان بن رہا ہے۔ جبکہ میں اپنی تکالیف کی طرف نظر مارتا ہوں تو مجھے پتہ لگتا ہے کہ ایک ان پڑھ عورت گھر کا وہ انتظام کر سکتی ہے جس کی تعریف مشکل ہے۔ مگر پڑھا لکھا آدمی ازحد بے چین ہو جاتا ہے۔ جبکہ اُسے وہی سب کام گھر کے کرنے پڑتے ہیں جو کہ عورت کرتی تھی۔ آخر بات کیا ہے کہ عورت کے مر جانے سے گھر اسقدر بُری حالت میں ہو جاتا ہے۔ یہ مضمون اسقدر لمبا ہے کہ اسپر جسقدر لکھا جاوے کم ہے۔ مجھے اپنی استری کی زندگی میں گھر کی خبر نہ تھی۔ اب پتہ لگا ہے کہ میں کسقدر بھولا رہا۔ کئی عورتیں خاوند کی دولت کو خفیہ خفیہ لیجا کر اپنے بھائی بہنوں کو دے آتی ہیں اور پھر کسی شادی بیاہ کے موقعہ پر وہی واپس لے کر اپنے والدین کی عزت کو بڑھانا چاہتی ہیں۔ میری استری اس اصول کے برخلاف تھی۔ اس کی راست راست کہنے والی طبیعت نے اور ضمیر کی آواز پر چلنے والی باتوں نے اسکے بہت سے دشمن بنا دیئے اور آخر وہ وقت آیا کہ اسکی بیماری میں مجھے کسی طرف سے ضروری مدد نہ ملی۔ وہ مجھے وصیت کر گئی ہے کہ حتی المقدور دوسری شادی نہ کرنا۔ بچوں کو اپنے پاس سے الگ نہ کرنا۔ کسی رشتہ دار کے سپرد نہ کرنا۔ یتیم خانہ میں داخل نہ کرنا وغیرہ داستان بڑی لمبی ہے اور مفصل لکھنا بہت مشکل ہے۔ جو آدمی اپنی استریوں کی شروع میں شادی کے بعد خبر نہیں لیتے وہ بڑھاپے میں بہت دُکھی میری طرح ہوتے ہیں۔ سچ سچ ایک گھر کی رونق استری کی زندگی ہی میں ہے۔ جو کام استری ایک آنہ میں

کرلیتی ہے وہ کام آدمی عہ روپیہ میں بھی نہیں کر سکتا ہے - جبکہ عورت مرجاتی ہے تو گھر کا سارا سلسلہ درہم برہم ہو جاتا ہے - عورت کی زندگی میں مہمان آتے رہتے ہیں - جبکہ وہ مرجاتی ہے تو لوگ کہتے ہیں کہ اب جاکر کیا کرنا ہے - گھر کو تو تالا لگ گیا ہے - وہ خود تنہ وردوں پر خراب ہوتے ہونگے - پرماتما کرے کہ کسی کی عورت نہ مرے ورنہ مرد کی بہت بُری دُردشا ہوتی ہے - وہ آدمی از حد بدقسمت ہے - جس کی استری بڑھاپے میں مرجاتی ہے - مگر پرماتما کے کاموں میں کسی کا دخل نہیں - اس کا ہر ایک کام ہمارے بھلے کے لئے ہی ہے - جو کچھ بھی وہ پربھو کرتا ہے ہمارے بھلے کے لئے ہی کرتا ہے -

نظم

ایہہ دُنیا رنگ برنگی اے
ایہہ دُنیا دا انگ پچھلے دی
کوئی ٹھہرن تے کوئی چلے جی
کوئی کھاندے تر کے سبزی جی
کوئی حلوے نوں تکسا وبڑی جی
کوئی گہکیاں مرغ بٹیرے نوں
بن پاپی ڈوبن اپنے ایہا نوں
کتے لڑکی عمر انجانی دا
او باں تے پت پچھانی دا
کتے لڑکے بہت امیراں دے
جا بیٹھن تکئے پیراں دے
کتے گڑیاں کرن تماشا دی
کیا اساں دھرم نہ باشہ رہا
کوئی اود اولاد ترسدے نیں

ایہنوں جندا جوگی جنگی اے
کدی اوپر تے کدی تھلے دی
گل سنئے مندی چنگی اے
کوئی کرن شکایت قبضی دی
کتے روٹی دی بھی تنگی اے
ہُن چھڑدے چار چوپھیرے نوں
گھر بن بیٹھے ست سنگی اے
اُٹھ پنڈریا بہت سیانی دا
گیا کھیڈاں او ست پتنگی اے
پڑھدے قصے رانجھے ہیراں دے
بت اٹھی بتر سیا کھنگی اے
پیا گنگر کردیاں ہاسا ہمی
جگ بھیلی بہت مہنگی اے
کتے کتیا گھا تک دسدے ہیں

لک گڑیاں وچین کسدے ہیں
چھ برسی بڈھیاں منگی اے

کوئی بندے خوب شرابی جی
نہ شرم بھوا ماں بھابی دسی

گھروں بند نہ کرن خرابی جی
عقل جھرو کے ٹنگی اے

کتے آریہ جلسہ رچدے ہین
کوئی گالاں کڈھ کڈھ رجدے ہین

کوئی گیت نہ گاون نچدے ہین
بن ڈور اڑان پتنگی اے

کوئی وچ سماجاں جاندے ہین
گر سندھیا گھر نوں آندے ہین

پش اس ایشور دا گاندے ہین
جدھی ہیما عقلوں لنگی اے

کوئی کاشی گنگا ۔ ویکھے جی
پرمیشور نوں سبب بھکے جی

اوہنوں کون باہر نوں دھکے جی
جدے دل وچوں اٹھے ترنگی اے

نہیں جیبھ دی مرض ہٹنے نوں
ایتھے چت نہیں کردا ہٹنے نوں

من اچھلے سب چھڈ بہنے نوں
گل دسدی بہت کوڈھنگی اے

اٹھ سیوک ہتھ پھڑ ویداں نوں
کم کر جگدا چھڈ کھیڈاں نوں

نہ بھول توں ذاتی بھیداں نوں
تیرے سر تے راج فرنگی اے

گائے اور بچھڑے کے سوال اور جواب

بچھڑا
ماتا میں اک گل پچھدا
تینوں درد نہ اپنے پت دا

لوک تیرا دودھ چوون سارا
میں وس کس کھوہ وچ پواں نکارا

دھدہ دا جایا کیوں نہیں پیارا
ویکھ ویکھ جیڑا بچارا

جیں وچ مرمٹ دا
تینوں درد نہ اپنے پت دا

گائے
اس گل نوں بیٹا پچھ نہ
ایہہ ہٹنے والا دکھ نہ

ایہہ گل پرائے وسدی
میں رو رو کے تینوں دسدی

چون والے نیانا کسدے
دودھ ذرا نہیں تھناں وچ چھڈدے

توں ایویں رو رو سکنا
ایہہ ہٹنے والا دکھ نہ

ماتا ہیں اک گل تینوں پچھدا — تینوں درد نہ اپنے پُت دا
جدوں چوون تیرے دودھ نوں — تو یاد کریں میری سُند نوں
کچھ اُتاں چڑھا لئیں دودھ نوں — کوئی کیا کر سکدا، دودھ نوں
جدوں مارن تے نسکے لگ جا — تینوں درد نہ اپنے پُت دا
اِس گل نوں بیٹا پچھ نہ — ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ
جیہڑی دودھ توں بیٹا نسدی — اوہدی دھون قصائی توں کٹدی۔
اوہنوں دُینا نہیں گھر رکھدی — ایویں جان جائے ناحق دی
توں دل وچ کُڑھ کُڑھ سُکنا — ایہہ ہٹنے والا دُکھ نہ

ایک روز دودھ نے کی پانی سے پاک اُلفت — مل جُل کے ہو گئے دونوں بھائی بھائی
حلوائی نے نہ اُن کی یہ اُلفت کا راز سمجھا — دونوں کو جب بھر کے رکھی بھٹی پر کڑاہی
برچھی کی طرح شعلے اُٹھے ڈراونے والے — خاموشی سے بھاپ بن کر بھائی پر جان دیدی
کیا پاک اُلفت تھی کہ بھائی پر جان دیدی — اب دودھ کو دیکھو اُلفت کا زور آیا
کہنے لگا کہ اے جانثار بھائی — افسوس ہے کہ آگ نے جلایا ہے بھائی
بھائی نہ کہنا تب تک نہ کروں چڑھائی — کہتے ہی بات اتنی جوش یہ آیا
لیا اُچھالا آگ سب بجھائی — حلوائی نے پانی کا مارا چھینٹا
بیٹھا پھر دودھ سمجھا کہ آیا ہے بھائی — جگ میں عزیز ہوتی ہے جو قوم پر فدا ہوا

بابا کو بابا ملے کر کر لمبے ہاتھ — تلسی اس غریب کی نہ پچھے کوئی بات

دیکھو کیسا زمانہ آیا — تیریاں چارے نوہاں نکلیاں
گالیاں دیندیاں وار وار — وے نکل بھایا شہروں باہر
تیری پنجویں نوہ جو نکلی — ڈنڈا کاؤ دا ہتھ وچ لیائی
لک وچ مارے پانچ چار — تیری ووٹی بڑی جنگجو کمذات

ساڈوں دیندی سی سو سو گال — وے نکل بھائیا شہروں باہر
بھائیا دھرم سالہ نوں چلیا — کُنجی ٹھیکریاں دا بھریا
تیرا اندروں پتر نکلیا — اُودھا دیکھ کلیجہ ٹھریا
نہ جائیں بھائیا گھروں باہر — تیریاں چاڑے نوہاں نکلیاں
پیری پینڈیاں وار وار — نہ بھائیا جائیں گھروں باہر
تیری پنجیں نوہ جو نکلی — چھتہ دودھ دا لیائی
وے توں پی لے میرے بھائیا — وے توں سنے ملائی پی
برکت وڈیاں دی جو پیندی بھائیا ہٹی نرا سردار

بیوی کو شوہر کی نصیحت

میرے دل کی مالک میری جان بیوی — میں صدقے تمہارے میں قربان بیوی
فضولی کو چھوڑو کرو اب کفایت — کہ آیا گرانی کا طوفان بیوی
لگاؤ نہ مسّی تم ہونٹوں کو اپنے — بناؤ نہ لعل بدخشان بیوی
پہنو نہ گجرے لگاؤ نہ کنڈل — کہ مہنگا ہے سب کچھ یہ سامان بیوی
لگاؤ نہ سُرمہ سنوارو نہ زلفیں — کہ اچھی ہے سادہ ہی گذران بیوی
پساؤ نہ ہے کہ اِس میں ہے گھاٹا — خود ہی چکّی پیسو میری جان بیوی
خود ہی پانی بھرلو خود ہی کپڑے دھولو — کہ دھوبی بھی تجھ سا ہے انسان بیوی
گہنا اُتارو سبھی تن سے اپنے — کہ گھس گھس کے ہوتا ہے نقصان بیوی
فقط اِن دنوں میں غنیمت یہ جانو — کہ ہے راج دل سے قدردان بیوی
میری پیاری بیوی میری جان بیوی — کرو اب کفایت سے گذران بیوی
بناؤ نہ لہنگا کہ کپڑا ہے مہنگا — نہ صرف شلوار پر ٹھان بیوی
میرے زخم دل پر نہ چھڑکو نمک تم — دکھاؤ نہ خالی نمک دان بیوی
چھینگا جو ٹوٹا بڑا ہوگا گھاٹا — خدا کے لئے اسکو مت چھان بیوی

ذرا اوپلے تھاپ لو ذرا پانی بھر لو — اٹھاؤ نہ مہتر کے احسان بیوی
ہو گر تو لا دوں چنے جو کا آٹا — کہ اس کو بھی کھاتے ہیں، انسان بیوی
یری جوڑ کر پگڑی سی لے دوپٹہ — نہیں ہوتی کم اس سے کچھ شان بیوی
یں سوتا ہوں سینے سے زانوں لگا کر — رضائی کو بچوں پہ لو تان بیوی
ب کرسی کی جا بھی ہے یہ ارادہ — پڑھیں گے فرش پہ رامائن بیوی
یہ سب کچھ سہی پر غنیمت یہ جانو — پہنتی ہے تمہارا سنجدان بیوی

شوہر کو بیوی کا جواب

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

ذرا آنکھیں کھولو وقت کو پہچانو — میری بات سن لو میری عرض مانو
چھوڑو باجہ جوڑی بجانا پیانو — وقت ہے گرانی قدر کچھ تو جانو

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

ریں نیچے بھوکے یہ آنکھوں کے تارے — رنڈی کے پھرتے ہو تم مارے مارے
ذرا ہوش کی لو سنو میرے پیارے — کرو کام ایسے نہ ہوں جو نیارے

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

یہ زلفیں سنوارو نہ تیل ان میں ڈالو — یہ کالر کو چھوڑو پٹا سیاہ نکالو
اتارو یہ پتلون دھوتی نکالو — گری کا جو چاہو پاجامہ بنا لو

میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر

میں منتی کو چھوڑوں چھوڑو پان کھانا — چھڑی ہاتھ لیکے وہ باغوں کو جانا

تھیٹر میں جا کے وہ بوٹنڈے بیچانا   یہ گھر میں تو دیکھو نہیں آٹا دانا
میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر
مہنگے ہیں سلوسے پیارے یہ سوٹ   نہیں چاہئے تم کو یہ ڈاسن کے بوٹ
قسم مجھ سے لے لو اگر بولوں جھوٹ   کہ بن پیسے ملتا نہیں اب تو فروٹ
میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر
نہ سگرٹ اڑاؤ نہ پیو شراب   نہ انڈے کو چھوؤ نہ کھاؤ کباب
گلاب اور کیوڑے کو چھوڑو جناب   میری جان شوہر نہ کر خانہ خراب
میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر
ڈبل روٹی چھوڑو کھاؤ خشکہ نان   ہے وقت گرانی سنو میری جان
بیچو یہ کوٹھے بسو چل میدان   قربان کردو یہ جارج پر یہ جان
میرے پیارے شوہر میری جان شوہر
میں صدقے تمہارے میں قربان شوہر
کبوتر کو چھوڑو نہ اڑاؤ پتنگ   سنبھل چال چلو کہ ہے وقت جنگ
بے دل کے دل میں اٹھی ہے ترنگ   جے بولو جارج کی ہردم سنگ

ایک استری کا مرتی دفعہ کا ورلاپ

اکھے تے پالاں میں دھیاں تے پُتر   کوئی نہیں چلدا ساتھ میریو بھنوں نی
آسی تے ملک الن وہٹھڑے نوں جانا   کوئی تے ساڈے نال چلو میریو بھنوں نی
اکھے نے میں پہناں پٹ تے دریائی   تو گز کھا پڑا لے چلے میریو بھنوں نی
آسی تے ملک الن دھٹھڑے نوں جانا   کوئی تسا ڈے نال چلو میریو بھنوں نی

اکھے تے کھاواں میں دال تے چاول
آسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا
اکھے تے میں رہواں وچ محل ماڑیاں
آسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا
اکھے تے پکھاواں لٹھا تے ٹھاٹھا
آسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا
اکھے تے سیجاں ہیں اُتے منجھ تے پڑے
آسی تے ملک ان ڈھٹھرے نوں جانا

نو پاؤ جو بھی لے چلے میرے بہنوں نی
کوئی تے ساڈے نال چلو میرے بہنوں نی
اکھے تے بارہ بارہ کوہاں دی اُجاڑ میرے بہنوں نی
کوئی تے ساڈے نال چلو میرے بہنوں نی
لکھے تے سٹھ بازیں تے میرے بہنوں نی
کوئی تے ساڈے نال چلو میرے بہنوں نی
اکھے تے پچھنج بچھ گئی سولاں کی میرے بہنوں نی
کوئی تے ساڈے نال چلو میرے بہنوں نی

ایک آریہ پُرش کی پرارتھنا

ایشور یہ میرا تن من سنسار کے لئے ہو
یہ زندگی ہو لیکن اُپکار کے لئے ہو
سیوا کروں سب کی۔ خدمت کروں سب کی۔ خدمت گار بن کر
زندگی دھرم کی سیوا میں لگا دوں بھگون
دیش جاتی کے لئے خود کو مٹا دوں بھگون
قومی خدمت کے نشان مست بنا دے
ایسا مست بنا دے اپنے تن کا علم لہرا دوں بھگون
جس جگہ دیکھوں تو پریتی کے بادل ہیں چھائے
دشمن کو بھی میں سمجھا دوں
سب سے پہلے اپنا نام لکھا دوں اے بھگون
اگر جھنڈا بنانا بھارت میں چاہیں
مثل پانی کے اپنا خون بہا دوں بھگون
بھوک سے مرتا اگر مل جائے دشمن بھی
ہو نہ روٹی تو اپنا جگر کھلا دوں بھگون
سب سے پہلے میں اپنا نام لکھا دوں بھگون
سب سے پہلے اپنا سیس جھکا دوں بھگون

سرون کا کہنا

میرے بے گناہ راجن ارے دھرتی تاباں مارا
تو نے تاک کر میرے جگر کا نشانہ مارا
پتا ماتا میرے اندھے جل لینے تھا میں آیا
پر تو نے جل کے بدلے میرے سینے میں تیر [illegible]

اگر ایسا ہوتا تھا میں نہ آتا
پر تیرے تو میرا اوسان مارا
اِک تیر سے مسن نے تیرا بیٹا مارا
پر تیرنے قضا میرا پران مارا
جل بھر لایا پتر تمہارا ہیروں نے کیا بان
پر مُنہ سے بولا نہیں پر بیٹھا تیاگ پران
بوئی زور سے کہا پُتر کیوں کھڑے ہو چپ چاپ
پیاس سے نکل جائیں چاہتے پران
تیر اچانک ہاتھی سمجھ کر بان مارا
دوستو دُنیا میں مہر مادر مشہور ہے
دھرم تیرے تو بھی تڑپ کر دیگا پران

دیتا پلا کلیجہ پانی کی جگہ
ارے پہلے پلا کے پانی پتا ماتا سے یہ کہنا
ارے کچھ دھرم سے سیوا ماتا پتا کی نہ کیتی
ارے پتا جی پیجے اب جل پان
اب وے جل کر رہا ہے کیا اشارہ
دیر تک کھڑا رہا میری جان
ہرگز ہم جل نہیں پئینگے جب بولو گے نہ آپ
جل بھرنے کو منہ پُتر تیرا گھاٹ پر پہنچا
اُس نے تیاگ دیئے ویں پران
جس سے یہ سُنکر ہمارا کلیجہ چور ہے
کریں گے ہرگز نہیں اشنان ہم یہاں

ایک آریہ پرش کی گھبراہٹ اور مہرشی کا اُپدیش

آریہ — تمہیں بد نام اے بھگون سر بازار کرتے ہیں
مہرشی — مجھے مشہور کرتے ہیں بہت اُپکار کرتے ہیں
آریہ — چڑھا کر اِک گدھے پر آدمی منہ کر دیا کالا
پُکاریں نام لے بھگون یہ اتیاچار کرتے ہیں
مہرشی — منوّر چاند سا مکھڑا تو ہے اصلی دیانند کا
وہ مصنوعی دیانندوں کی مٹی خوار کرتے ہیں
آریہ — اُٹھا پتھر وہ ماریں روسیاہ پر اور کہتے ہیں
یہ دیکھو کس طرح سوامی کا ہم سنکار کرتے ہیں
مہرشی — یہی پتھر تھا اُن کا اشٹ جسے وہ پھینکتے ہیں اب
وہ گویا اِسی طرح سے اِشٹ کا ترسکار کرتے ہیں

آریہ — وہ دیتے سینکڑوں ہی گالیاں ہیں شوک بھگون کو
مہرشی — وہ دُر بچنوں کی بھگوت نام پر بوچھاڑ کرتے ہیں
جو دُر بچنوں کا ہوگا خاتمہ شبھ بچن سیکھیں گے
اُنہیں ہم آپ سکشا کے لئے تیار کرتے ہیں
آریہ — تمہیں وہ نیچ ذاتی سے بتا کر تالیاں پیٹیں
تمہاری جاتی سے نفرت کا وہ اظہار کرتے ہیں
مہرشی — براہمن جنم سے ہوں ہیں پڑھے وہ نیچ کہتے ہیں
جنم سے نیچ ہیں سارے یہ خود پرچار کرتے ہیں
آریہ — تمہارے جسم کی شکتی کا وہ خاکہ اُڑاتے ہیں
جو ویکر سانڈ سے تشبیہہ بہت دھکار کرتے ہیں
مہرشی — پربھو کا شکر ہے سارے میری شکتی کے ہیں قائل
جنا برہمچریہ کی عظمت جگت اُپکار کرتے ہیں
بُرے ہی کرودھ سے وہ لعنت و پھٹکار کرتے ہیں
مہرشی — جو کہتے ہیں بڑا ہے ڈاکٹر نشتر چبھونے میں
اُسی کی دیا لتا کا بعد میں اقرار کرتے ہیں
آریہ — غرض بھگون وہ نندا مورکھ ہر پرکار کرتے ہیں
مہرشی — یہ ہے ان کی دیا جو داس کا اُپکار کرتے ہیں

پنڈت لیکھرام کو ایک خط

لفافہ ہاتھ میں لاکر دیا جسوقت ماتا نے — لگے جھٹ کھولکر پڑھنے دیا ہے چھوڑ کھانے کو
لکھا تھا اُس میں کچھ ہندو مسلماں ہونیوالے ہیں — تو دھو کر ہاتھ جلدی سے ہوئے طیار جانے کو
کہا ماتا نے اے بیٹا - ابھی تو آکے بیٹھا ہے — ابھی پھر ہوگیا تیار تو پردیس جانے کو
وہ ماتا اور بیوی کو کچھ ایسا بھول جاتا ہے — نہیں آتا مہینوں ہی ہمیں صورت دکھانے کو

خیر سدھ بدھ ہماری تو نہ لیتا ہے نہ بیٹا — مگر لڑکا لب دم ہے نہیں کھانا ہے کھانے کو
میرا اکلوتا بیٹا مرتا ہے آ مرنے دو لیکن — میں جاتا ہوں سینکڑوں ہی لال جاتی سے بچانے کو
ملازم بھی سواری اس سمہ لیکر ہے آ پہنچا — لو ماتا جی! نمستے ہے میں ہوں مجبور جانے کو
صبح کو تار یہ پہنچا کہ لڑکا چل بسا گھر سے — تو بولے فکر ہی کیا ہے ہر ایک آتا ہے جانے کو

Religion without superstition

A man must die
The intervening period is to be passed happily not painfully.
Happiness consists in keeping others happy; as giving pain is inviting pain.
Religion consists of Virtue plus Ceremonies
Virtue is common to all the religions & is the basis of union for humanity.
Ceremonies are different and are means of disunion.
By disregarding Ceremonies and practising Virtue the whole world will be one country and the whole humanity one nation

God will not seek thy race
Nor He will seek of thy birth
Alone He will demand of thee
"What hast thou done on the earth.

یہ دو کمیں غنیمت لشکارے گو - ذرا آپ بیستر کہ بانگ برائد فلانی نا
ایہ چند آریہ سیوک وچھوڑی پوڑیاں ہزچرن عمر شہر لاہور

نوٹ میں جس کتاب پر مصنف کے دستخط یا مہر نہ ہوگی - وہ مال مسروقہ تصور ہوگا

ہردوار کی پرانی عظمت اور موجودہ حالت

ئے نام سادھو ... تہ وا ... و

میں سویا ...

...auty
...duty

اودیا کا ...

امیر چند

... سٹیم پریس

مکار سادھوؤں کی چالاکی اور ہردوار میں اندھیر

میں گوروکل کانگڑی کے جلسہ پر ۱۲ سال سے جاتا ہوں۔ یہ گوروکل ۴ مارچ ۱۹۰۲ء کو کھولا گیا تھا۔ ہر جلسہ کے بعد میں نے ہردوار کی سیر کی۔ ہندوؤں کی حالت کو از حد ابتر پایا۔ جو جو دھوکے فریب کئی بابا دھوان یاتریوں سے کرتے ہیں۔ ان کو میں نے اگلے صفحوں میں مختصر بیان کیا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ کس طرح سے ہم ان مکاروں سے بچ سکتے ہیں۔ سب اصحاب کو ان سطور کو پڑھنا ضروری ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ اس ٹریکٹ سے لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ اگر پبلک نے اس ٹریکٹ کی اشاعت میں کافی حصہ لیا۔ تو میں ہردوار کے اور بھی مفصل حالات ایک علیحدہ کتاب میں لکھونگا۔ جو کہ زیر طبع ہے۔ پرماتما کرے کہ مکار سادھوؤں اور سفید پوش اچکوں سے ہردوار پاک ہو جاوے۔ اسوقت تو ہردوار کی از حد بُری حالت ہے۔ موجودہ حالت ہردوار سے نفرت کرنیوالے اس تیرتھ کو ہنگ دوار کہتے ہیں۔ پبلک نے میری قدر کی۔ تو میں اپنی اس محنت کو سپھل خیال کرونگا +

خادم۔ امیر چند آریہ سیوک

+ ۴۵ ہی کا اس جلسہ بہت زور ہے

دریائے گنگا کی عظمت

اور

ہردوار کے سادھو

ہندو گنگاجی کی قسم کھاتے ہیں۔ گنگاجی کے درشنوں سے اپنے آپ کو گناہوں سے مکت پاتے ہیں۔ گنگا کے آب رواں میں بزرگوں کی ہڈیاں بہاتے ہیں۔ ہاں! گنگا ہندو قوم کا بڑا دریا ہے۔ اس کے لب پر لمبی لمبی جٹاؤں والے یوگی تپسیا کرتے ہیں۔ اس کے پار اونچے اونچے درخت پرماتما کے دھیان میں مست کھڑے ہیں۔ ایک کنارے پر برہم ودیا کا مخزن ہمالہ بھی سبز لباس در بر کئے ہوئے مہارانی گنگا کی ثنا میں بھولی بھالی صورت سے کھڑا ہے۔ کروڑوں جاتری ہیں کہ گنگا کے نام پر فدا چلے آتے ہیں۔ گنگا ہے کہ اپنی دھن میں۔ اپنی ترنگ میں۔ اپنی ادا میں۔ اپنی شان میں مست ہے۔ بہی چلی جاتی ہے۔ گنگا۔ پیاری گنگا منہ پھیر کر دیکھ تو سہی۔ کروڑوں جاتری ہزاروں سادھو۔ سینکڑوں درخت اور کئی پہاڑ تیری مدح میں اے گنگے تیری جے بول رہے ہیں۔ ہیں! تو اپنی ہی ناز و ادا میں بہی چلی جا رہی ہے۔ گنگا تو اتراتی ہے۔ غراتی ہے۔ کیوں نہ ہو۔ تجھے بھی ناز ہے نا۔ کہ تو بھی ہندوستان میں بہتی ہے۔ کوئی دوسرا دریا یہ شان پیدا کر تو لے۔

اے ہندوستان! تو کاہیکو ہندوستان کہلاتا۔ اگر تیرے سینہ پر گنگا اور جمنا جیسی ناز و ادا والی ندیاں نہ اچھلتیں۔ ہندا تو اس لئے اپنی شان پر نازاں ہے نا۔ کہ تجھ میں گنگا بہتی ہے۔ کوئی دوسرا ملک ایسا دریا دکھا دے تو سہی۔

گنگا ہندو قوم کا بڑا دریا ہے۔ گنگا سونے۔ چاندی اور سنگ مرمر کے پہاڑوں کو کاٹ چیر کر ان کے ریزے ریزے کو اپنی گود میں بٹھا بہا لاتی ہے۔ ہاں! گنگا لکشمی کا اوتار ہے۔

گنگا میں ہندی بزرگوں کی ہڈیوں کے ریزے تیر رہے ہیں۔ گنگا میں ہندیوں کی ہڈیاں پڑتی ہیں۔ ہاں گنگا میں نہانے سے ہمیں قومیت کا خیال آتا ہے۔ اے جاتریو! جب تم گنگا میں نہانے کے لئے اُترتے ہو۔ دھرم سے کہو تمہارے قومی بزرگ۔ جن کی ہڈیاں گنگا نہایت ادب سے گود میں لئے ہوئی ہے۔ تم سے اپیل نہیں کرتے۔ تمہارے تن بدن میں آگ نہیں لگ جاتی۔ تمہارے دل و دماغ میں صداقت کا شعلہ نہیں روشن ہوتا۔ سچ کہو۔ تمہارا بدن ایک دفعہ لرز نہیں اُٹھتا۔ تم اپنے کئے ہوئے گناہوں پر نفرین نہیں کرتے۔ تمہیں اپنے بزرگوں کی عظمت کا خیال نہیں آتا؟

بس! جب تمہیں اپنے بزرگوں کا خیال آ گیا۔ رشی مہرشیوں کا شعلہ صداقت ایک دفعہ بھڑک اُٹھا۔ تمہارے پچھلے گناہ دُور ہو گئے۔ تم پاک و طاہر رشی بن گئے۔ ہاں! گنگا ہمارا قومی دریا ہے۔ اس میں نہانے سے ہمیں قومیت کا خیال آتا ہے۔ اور قومیت کا خیال آنے سے پچھلے پاپ دُور ہو جاتے ہیں۔

گنگا ہماری قومیت کا مرکز ہے۔ جو رشی اُٹھا۔ پہلے گنگا میں ایک غوطہ لگایا۔ اوم کا نعرہ بلند کیا۔ اور پھر سارے جہان کو تہ و بالا کر دیا۔ بھاگیرتھ نے یہاں تپ کیا۔ ارجن اور بھیم نے زور آزمائی کی۔ شری شنکر اچاریہ نے تری برکت حاصل کی مہرشی سوامی دیانند نے تجھ میں غوطے لگائے۔ سب سے آخر مگر سب سے تیرا زیادہ چاہنے والا مہاراج رام تیرتھ تجھ میں پڑا۔ تو تو بن گیا۔ وویکانند نے تیری لہروں کا ہار پہنا۔ اور جہان میں چمک اُٹھا۔ ہاں! گنگا ہماری قومیت کا مرکز ہے۔ ایک غوطہ لگایا۔ برہم ودیا دماغ میں چمک اُٹھی۔

گنگا میں نہانے سے پہلے برہم ودیا یاد پڑتی ہے۔ اصل میں ہمالہ کی سر بفلک چوٹیوں کا اثر گنگا کی لہروں پر۔ اور گنگا کی مست اٹکھیلیاں کرتی ہوئی لہروں کا اثر ان سر بفلک چوٹیوں پر۔ جب رات کو چاند کی کرنیں گنگا میں پڑتی ہیں۔ آہا ہا ہا! روپہلی گنگا! تو نے یہ ہار کہاں سے پہنے؟ جب دن کو سورج ڈھلنا شروع ہوتا ہے۔ واہ! واہ! سنہری گنگا! تیرے رخ کا جلال۔ اوہو! اوہو! اونچے اونچے درختوں کا گھن دار سایہ بھی گنگا میں۔ دوستو! اب نہاؤ گنگا میں۔ ذرا ٹھہو بھگوان کی موجودگی میں۔ آہا ہا! آہا ہا! گنگا مستی ہیں۔ اوہو! اوہو! صد ہا گذر گئیں۔ گنگا نوجوان گنگا کا حسن کچھ دوبالا ہی ہوتا جاتا ہے۔ ادم کا نعرہ لگا کر غوطہ لگاؤ۔ برہم ودیا کے جلوے نظر پڑتے ہیں۔

اے گنگے! تیرے کنارے پر بھارت کے مشہور شہر بستے ہیں۔ تو بچوں کی ماں، نوجوانوں کی ماں اور بوڑھوں کی ماں ہے۔ رشیوں کی رفیق رہی۔ گنگا تجھ میں ہمارے آباؤ اجداد کی ہڈیاں پڑی ہوئی ہیں۔ گنگا! تیرے کناروں پر پراچین مہرشیوں کی راکھ چٹانوں کی صورت میں موجود ہے۔ اف! کون کہتا ہے؟ گنگا! تو معمولی ندی ہے۔ تجھ سے ہم محبت کریں۔ تیرے کنارے پر۔ تیری لہروں پر ہمارے بزرگان قوم کی روحیں سیر کر رہی ہیں پیاری گنگا! یہی وجہ ہے۔ کہ تیری محبت کا جذبہ ہمارے دلوں میں جاگزین ہے۔ صدیاں گذر گئیں۔ تیری پرستش کم نہیں ہوئی۔

کیا گنگا میں بھارت کے بے غرض وسیع خیال مہرشیوں کی ہڈیاں پڑی ہیں۔ گنگا میں وہ پھول ہیں؟ کہ کیا گنگا اپنی ہستیوں کو گود میں لیکر خوشی اور ناز سے اٹکھیلیاں کر رہی ہے۔ کیا گنگا کی لہریں ہمارے پراچین جوش کی نشانی ہے؟ کیا ہماری ہڈیاں بھی گنگا میں پڑینگی؟ ہاں اوہو! پھر گنگا کا پانی پیو۔ امرت ہے کیا خبر ہے کس گھونٹ میں بھیشم اور کس ذرے میں ارجن کی راکھ ملی ہوئی ہے۔ ہاں! گنگا کے آگے سر تسلیم خم اور نمسکار۔ گنگا! تمام گنگا! ہاں! گنگا کا پانی پیو۔ آب حیات ہے۔ امر ہو جاؤ گے

رشیوں سے تمہارا سیدھا رشتہ جوڑا جائیگا۔

آہا ہا! گنگا ہمارے اتفاق کا گھاٹ ہے۔ ہم ہندی فرقوں در فرقوں میں منقسم ہیں۔ مگر سب ایک گنگا میں نہاتے ہیں۔ اسی کو متبرک خیال کرتے ہیں۔ اور سب اسی میں مل کر گنگا بن جاتے ہیں۔ اوہو! اندر جا کر سب مل گئے۔ اوہو! یہی وجوہات ہیں۔ جو ہزاروں لاکھوں میل سے گنگا کی درگاہ میں کھنچے چلے آتے ہیں۔ یہی گنگا ہے جو ہمیں اپنے آباؤ اجداد کی رُوحوں کے درشن کراتی ہے۔ یہ گنگا ہی ہے۔ جو ہم میں گذشتہ مہرشیوں کے خون کو تازہ کراتی ہے۔ اور محبت بھرتی ہے۔ گنگا! پیاری گنگا! ندیاں دی سردار گنگا

اوم۔ اوم۔ اوم۔

اے ندیوں کی سردار گنگا! تیری بانکی چال۔ تیری رعنائی۔ تیری خوشنمائی۔ تیری دلفریبی اور دلربائی کی ادائیں۔ ہاں! پیاری یہی راز ہے۔ کہ لڑکے بالے جوان یہ نوجوان بوڑھے بھالے تیرے دالاؤ شیدا ہیں۔ تیری چال نے ستم ڈھایا۔ تیری خوبصورت چاندی کی مست لہریں ہزاروں لاکھوں اور کروڑوں جاتریوں کو کھینچ کر لاتی ہیں۔ برہم ودیا کا پہاڑ ہمالہ سبز لباس پہنے تیرے آگے دست لبتہ کھڑا ہے۔ اے گنگا کی مست لہرو! ٹھاٹھیں مار مار کر خوابیدہ ہند کو جگاؤ۔

اے ہمالہ کی سر بفلک چوٹیو! تم رو رو کر ہی اپنی آنسوؤں میں نہا لیتی ہو۔ برف پگھلتی ہے۔ تمہارے آنسوؤں کے دریا بہ نکلتے ہیں۔ کیوں نہیں تم آسمان کو کہتے؟ کہ رشی سنتان پر مہر و اُلفت کی نگاہ کرے۔

ہندوستان کی سرسبز و شاداب گھاٹیو۔ وہ کیا زمانہ ست یگ کا تھا۔ کہ تمہارے اوپر سب سچے سنیاسی اور تیاگی گذرتے تھے۔ تو بہت سے اب بناوٹی اور مکار سادھو بھی پھر رہے ہیں۔ افسوس صد افسوس اے خوابیدہ ہندوستان۔ گنگا۔ جمنا۔ کرشنا۔ کاویری۔ نربدا۔ سرستی تجھ میں بہ رہی ہیں قدرت کا برگزیدہ رکن ہمالہ تیرے پاس ہے۔ تجھے کس چیز کی کمی ہے۔ اُٹھ جاگ بھارت

جاگ بھارت اعلیٰ اور سچے سنیاسی پیدا کر جو کہ گورو کل کانگڑی کے سناتک ہیں جن دہرم پرچارسے شانتی ہی شانتی
دے اور اس ناپاک ہستی کا خاتمہ ہو جاوے جو کہ مکار سادھوؤں کی طرف سے پیدا کی گئی ہے۔

ردوار کے مکّار ٹھگ سادھو اور سفید پوش اُچکّے

اس میں شک نہیں ہے۔ کہ ہردوار میں کئی نیک نہاد سادھو بھی ہیں۔ مگر ۳/۴ ۹۹ فیصدی
دھو لیٹیرے ٹھگ مکّار دھوکہ باز فریبی اور سیدھے آدمیوں اور بدھوا عورتوں کو
نے والے ہیں۔ عورتیں تو بیچاری بڑی سادہ نرم دل اور دماغ کی ہوتی ہیں۔ مگر وہ
ے بڑے شیخی باز بھی جو کہ اپنے گاؤں اور شہروں میں تیس مار خاں بنے پھرتے ہیں
سادھوؤں کے داؤ میں آجاتے ہیں۔ میں مارچ ۱۹۰۲ء سے برابر ہر سال ہردوار
سہ گورو کل کانگڑی پر جاتا ہوں۔ میں نے ہردوار کی دل کھول کر سیر کی ہے۔ ۱۹۱۵ء
ے کنبھ پر بھی میں وہاں گیا۔ اور اچھی طرح سے سب سادھوؤں کو دیکھا۔ اور دل
ں از حد حیران ہوا کہ کیا یہ وہ سادھو ہی ہیں۔ جو کہ ہند و قوم میں دھرم کا پرچار کر رہے
ں۔ یہ تو تباہ کر رہے ہیں۔ شردھالو لوگ بڑی بھاری شردھا سے ان کے پاس آتے ہیں
گر یہ دونوں ہاتھوں سے ان کو خوب لوٹتے ہیں۔ نام کے تیاگی اور ...... کو قفل لگانے
والے خوب حلوہ پوری کھاتے اور کئی ... عورتوں کی عصمت برباد کرتے ہیں۔ ایک واقعہ ہو تو ان
کی مکاری کا درنج کیا جاوے۔ یہاں تو چاروں طرف ٹھگی کی دوکانیں کھلی پڑی ہیں
ایک دھیلے کا گیرو لیکر کپڑے رنگ کر سادھو بن جاتے ہیں۔ تقریباً دو لاکھ سادھو خوب
آنند کرتے اور مزے اڑاتے اور کئی قسم کے دھوکا فریب کر رہے ہیں۔ وہ ہردوار جو کہ
پہلے ہری دوار کہلاتا تھا۔ اب پاپ دوار بن رہا ہے۔ بدھوا اور چالاک عورتوں کی منڈی
بن رہا ہے۔ تیرتھ کے بہانہ سے اس جگہ پر وہ وہ گل کئی عورتیں کھلاتی ہیں۔ کہ ایک شدھ

ان چالاک سادھوؤں اور پنڈوں کی کرتوتوں سے جم با

اور نرم دل و دماغ کا آدمی حیران رہ جاتا ہے۔ مجھے ایک دوست سے معلوم ہوا۔ کہ اکتو
۱۹۱۵ء میں ایک شریف جنٹلمین معہ اپنی استری کے چنڈی کے پہاڑ پر گئے تھے۔ راست
میں ایک سادھو نے ان کی استری کو ان سے الگ کر دیا۔ اور ۲ سادھوؤں نے اس
بیچاری کی چادرِ عصمت کو خراب کیا۔ اس آدمی کو شک گذرا وہ واپس آیا۔ تو استری
کی ازحد بُری حالت دیکھی حیران ہو گیا۔ ایسے ایسے واقعات ایک نہیں دو نہیں۔ کئی
ہر روز ہو رہے ہیں۔ عورتوں کو بھاگوان بنانے کے بہانہ سے خوب ہی لوٹا جاتا ہے میٹھا
پوری کچوری حلوہ کھایا جاتا ہے۔ یہ تیاگی عورتوں کا کُل زیور تک ہضم کر جاتے ہیں۔ اس
لئے ایسے سادھوؤں سے حتی المقدور بچنا چاہیئے۔ کئی سادھو کپڑا اور کتب دان میں
لے کر آدھی قیمت پر فروخت کر دیتے ہیں۔ لوگوں کو چاہیئے کہ ایسے مکار سادھوؤں
سے بھی بچیں۔ پرماتما کرے۔ کہ اس ہندو قوم کو عقل آوے۔ اور وہ مکار سادھوؤں
کے فریبوں سے بچے۔ ان سادھوؤں کا اس قدر تعداد میں بڑھ جانا ہندو قوم کا ہی
قصور ہے۔ کہ ان کو دان دیا جاتا ہے۔ اس تیرتھ پر مکار اور چالاک سادھوؤں آوارہ
گردشگتوں فقیروں کو دان دینے سے پاپیوں کا کبھی بھلا نہیں ہو سکتا۔ بلکہ نندھا دھند ملا
دان دینے والا سیدھا باپ کا بھاگی ہو جاتا ہے۔ بھولی بھالی شردھالو ہندو قوم دان
دیتے وقت ذرا نہیں سوچتی۔ کہ یہ سادھو بناوٹی تو نہیں ہے۔ سارا دن ہر کی پوڑی پر
میلہ لگا رہتا ہے۔ ہردوار کا وہ پوتر استھان اور اس قدر مکاری کا زور یہ سب کچھ
ہندو قوم کی غلطی ہی تو ہے۔ میں زیادہ کس قدر لکھوں۔ ان سادھوؤں سے بچنے کے
لئے ذیل کی ہدایات پر عمل ہونا چاہیئے۔

(۱) کسی سادھو کو جب تک کہ وہ شریف ثابت نہ ہو۔ دان نہ دیا جاوے۔

(۲) نوجوان بدھوا عورتوں کو کبھی بھی ہردوار نہ بھیجا جاوے۔ اگر جائیں۔ تو اپنا کوئی آدمی
ساتھ ہونا چاہیئے زیور ہمراہ نہ لے جانا چاہیئے۔

(۳) ہر کسی سادھو کو کپڑا یا کتاب خرید کر نہ دی جاوے۔ ورنہ یہ نصف قیمت کو بیچ لیں گے۔ مہاشے شام لال جی میرے ایک متر ہیں۔ انہوں نے سنہ 1915ء کے کنبھ پر ۴ر کو گیتا لیکر ایک سادھو کو دی۔ اس نے وہ گیتا ۲ر کو فروخت کر دی۔ اسی کے پاس جس سے کہ خریدی گئی تھی۔ لالہ شام لال جی نے شک ہونے پر وہ گیتا اس سے مانگی۔ سارا بھید کھل جانے پر لالہ شام لال جی نے اس سے ۴ر لئے۔ اس نے ۲ر کو بیچی تھی۔ ۲ر اور ڈال کر دیئے خوب ہنسی ہوئی۔

(۴) کسی سادھو کے ہاتھ کا پرشاد حلوہ یا کوئی اور شے ہرگز نہ لیں۔ اور نہ ہی کسی سادھو کے پاس رات کو رہیں۔ اور نہ ہی کسی سادھو کو اپنے پاس کبھی رکھیں۔

(۵) کسی سادھو سے کبھی راستہ مت پوچھیں۔ اور نہ ہی اس کے ساتھ ناواقف جگہ پر جاویں ورنہ سب کچھ چھین کر جان سے بھی مار ڈالتے ہیں دریغ نہ کریگا۔ اگر آپ کسی ایسی جگہ پر چلے جاویں۔ جہاں کہ آگے کچھ پتہ نہ چلے۔ تو واپس لوٹیں۔ ورنہ خطرہ میں پڑ کر خراب ہونگے ایسے وقت میں سوائے پولیس کے اور کسی سے راستہ مت پوچھو۔ اور نہ ہی پانڈے لوگوں سے۔

(۶) کسی سادھو کے پاس اپنے کپڑے سپرد نہ کریں۔ ورنہ وہ لیکر چمپت ہوگا۔ اور آپ ننگ دھڑنگ پھریں گے۔ اور بڑی سخت تکلیف ہوگی۔

(۷) اپنی نقد پونجی روپیہ پیسہ ایک باسکٹ میں ڈال کر اور وہ باسکٹ پہن کر غسل کریں۔ اس صورت میں جبکہ آپ کو اپنا کوئی واقف ہر کی پوڑی پر نہ ملے۔ کسی کا وشواش مت کریں۔

(۸) کسی ناواقف کے ہاتھ سے حقہ ممتاکو پانی مت پئیں۔ اور نہ ہی کھانا کھاویں۔

(۹) جب ہردوار جاویں۔ تو ۴-۵ ساتھی اپنے شہر کے ساتھ ہوں۔ اکیلے سفر مت کریں۔ خصوصاً ہردوار میں۔ (۱۰) جہاں تک ہو سفید پوشوں سے بھی بچیں۔ یہ بھی ایک طرح کے سفید لباس میں

مکار سادھو ہی ہیں۔ وہ بھی داؤ چلاتے ہیں۔ ایسی ویسی کئی اور باتیں ہیں۔ جن پر کہ عمل کرنا ضروری ہے۔ ہردوار آجکل وہ پہلا ہردوار نہیں رہا ہے۔ بلکہ ہردوار میں مکاری۔ دھوکہ بازی فریب کا زور حد نزور ہو گیا ہے۔ میں اگر ایسی جگہ پر آرام سے رہا ہوں۔ تو صرف رشی دیانند کے ستیارتھ پرکاش کے مطالعہ سے ہی سادھوؤں کے داؤ سے بچا ہوں۔ ہردوار میں قدم قدم پر سادھوؤں سے دھوکا ہے سادھوؤں کو چھوڑ کر کئی گرہستی بھی یاتریوں کی آنکھوں میں لال مرچیں ڈال کر بے چارے یاتریوں کو لوٹ رہے ہیں۔ پیڑوں میں چاولوں کا آٹا پایا جاتا ہے۔ بعض لوگ نشاستہ ڈلوا لیتے ہیں۔ پوری کچوری میں بہت کچھ آدھا تیل ہوتا ہے۔ اور دودھ تو خاص گنگا جل ہی ہوتا ہے۔ میں نے کنبھ کے موقع پر ایک دوکاندار سے کہا۔ کہ پانی کیوں ڈالا ہے۔ یہ دودھ تو صاف لسّی معلوم ہوتی ہے۔ جواب ملا۔ کہ یہ پانی نہیں ہے۔ گنگا جل ہے۔ غرضیکہ ہردوار میں قدم قدم پر دھوکا فریب چالاکی مکاری ہے۔ کسی کو بھلا مانس شریف کہیں اور کسی کو ٹھگ سب کے سب برائے نام بھگت ہی ہیں۔ موجودہ حالت نے ہردوار کو بدنام کر دیا ہے۔ آریہ سماج کے نام سے بہاگنے والے ابھی ہندو دوکاندار جو کہ گنگا میں ۳ – ۳ دفعہ روز نہاتے ہیں۔ دونوں ہاتھوں سے یاتریوں کو ہردوار میں لوٹ رہے ہیں۔ ذرا بھی دھرم اور اخلاق کا نام نہیں۔ اُدھر نہاتے ہیں۔ اور ادھر پاپ کرتے ہیں۔

اب ان چند سادھوؤں کے حالات لکھتا ہوں۔ جو کہ اپنے چال چلن کی خرابی کی وجہ سے سزایاب ہو چکے ہیں ماہ نومبر ۱۹۱۵ء میں سیالکوٹ میں ایک سادھو کو ۴ سال قید سخت کی سزا ہوئی جس کا کہ ایک بدھوا سے ناجائز تعلق تھا۔ اور پردہ فاش ہونے پر اُس کو سزا ملی۔

چند سال کا عرصہ گذرا ہے۔ کہ جموں کے ایک مندر میں ایک سادھو نے ایک عورت کی عصمت بگاڑی تھی۔ اور اُسے بڑی لمبی قید کی سزا ہوئی تھی۔ اس سادھو کا حال اخبارات میں چھپا تھا۔ ایک بے رحم سادھو نے ایک شہر میں ۶ سالہ لڑکے کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آگ میں ڈال دیا تھا۔ اور اُسے بھی سزائے قید ہوئی تھی۔ ایسے ایسے کئی واقعات ہیں۔ زیادہ لکھنے سے مضمون طویل ہو جاتا ہے۔ زیادہ لکھنا دل کو رنجیدہ کرتا ہے کہ ان سادھوؤں کا یہ حال ہے۔ جن پر کہ ہندو

قوم کی اسقدر شردھا ہے۔ ننگے سادھوؤں نے تو اخلاق کو جواب دے رکھا ہے۔ ذرا شرم وحیا ان کو نہیں رہی ہے۔ یہ سراسر بے حیا ہیں۔ آفرین ہے گورنمنٹ کو۔ کہ ان کو شہروں میں زیادہ تعداد میں آوارہ گردی کرنے کی اجازت نہیں۔ ورنہ نہ معلوم کہ یہ اور کیا کیا اندھیر مچاویں۔ پرماتما ان کو عقل دیوے اگر آپ کو ہردوار وغیرہ فرضی تیرتھوں پر جانے کا موقعہ ملا ہو۔ تو آپ جانتے ہوں گے۔ کہ کسطرح بھیک منگوں کے گروہ کے گروہ یاتریوں کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہیں۔ موٹے موٹے پیٹ والے سادھو بھی گنگا کے کنارے پوری کچوری کھاتے نظر پڑتے ہیں۔ ہم وثوق سے کہہ سکتے ہیں۔ کہ ہردوار وغیرہ تیرتھوں پر جتنے حلوہ پوری کھانے والے سادھو نظر آتے ہیں۔ ان سب کے پاس ایک ایک یا دو دو یا اس سے بھی زیادہ سادہ لوح سیدھی سادی عورتیں رہتی ہیں بعض کا روحانی تعلق ہی [illegible] کیا جاتا ہوتا ہے۔ ہم نے خاص ہردوار میں دیکھا ہے۔ کہ سادھوؤں نے پان چبائے ہوئے ہیں۔ اور بڑی آن بان سے گنگا کے پلیٹ فارم پر سیر کرنے کے بہانہ پھر رہے ہیں۔ سیر کیا کرتے ہیں۔ یہ کہیئے۔ کہ یاتریوں کی مستورات کو نظر بد سے دیکھ رہے ہیں۔ لعنت ہے ایسی فقیری پر۔ میرے ایک دوست نے مجھے بتایا۔ کہ ایک دن جبکہ وہ گنگا کے پلیٹ فارم پر پھر رہے تھے۔ تو ان کو ایک جٹا دھاری سادھو دور بیٹھا ہوا دکھائی دیا۔ وہ بھی وہاں پہنچے۔ تاکہ اس سے بات چیت کریں۔ وہ سادھو کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہاں دو ملنگ اور بھی براجمان تھے۔ انہوں نے آنے کی وجہ پوچھی۔ ہم نے تبلایا کہ دنیا سے ہم بیزار ہو گئے ہیں۔ دنیا ان کو ایک نظر بھی نہیں بھاتی۔ اور اب سادھو بننے کو دل چاہتا ہے۔ اسی لئے گھر بار کو تیاگ کر کے ہردوار آ پہنچے ہیں۔ تاکہ کسی سادھو کے چیلے بن جاویں۔ یہ بات سنکر ایک فقیر بولا کہ دھن ہے آپ کے خیالات کو۔ آپ بڑے خوش قسمت ہو کہ اتنی چھوٹی سی عمر میں سادھو ہونے کا خیال پیدا ہو گیا ہے۔ تمہارے ماتا پتا کو شاباش ہے جنہوں نے کہ آپ جیسا عقلمند لڑکا پیدا کیا۔ اس بات سے ہم کو ہنسی تو بہت آئی۔ مگر ہم نے ضبط کی۔ اور ان کی باتیں سنتے رہے۔ اس فقیر نے کہا۔ کہ اگر تم سادھو بن جاؤ۔ تو پرماتما کو جلد تر ڈھونڈ لوگے۔ دیکھو یہ مہاتما پورن جتی ہیں۔ تمام اندریاں ان کے قابو میں ہیں۔ نہ کچھ کھاتے

ہیں۔ اور نہ ہی کسی سے سوال کبھی کیا ہے۔ اپنے آپ میں مست ہیں۔ تم اگر چیلا بننا چاہو تو ان کے شش ہو جاؤ۔ دیکھو ہم نے بھی پہلے تمہاری طرح بہت مہاتماؤں کا درشن کیا۔ مگر آخر کو ان کے شرن آ گر پڑے۔ تب جا کر ہم کو شانتی ہوئی۔ آپ بھی اگر دل کی شانتی چاہتے ہو تو ہمارے بھائی بن جاؤ۔ اس کا جواب ہم نے یہ دیا۔ کہ بہت خوب کل ہم ان مہاتما جی کے چیلے بن جاویں گے۔ جونہی یہ الفاظ نکلے۔ کہ ان کے چہروں پر مسرت کے آثار پیدا ہوئے۔ ابھی اِدھر اُدھر کی گپیں ہو ہی رہی تھیں۔ کہ ایک عورت اس طرف آتی ہوئی دکھائی دی۔ گورو مہاراج نے بھی دیکھ لی۔ بس پھر کیا تھا۔ فوراً ہی آنکھیں بند کر دیں۔ اور ایک لکڑی کے سہارے بیٹھ کر سمادھی لگائی۔ چپ ایسی سمادھی کہ سنت مہاتما پرماتما کے پاس بیٹھے ہوئے ہیں۔ اتنے میں عورت بھی آ گئی۔ اس کے ہاتھ میں مٹھائی کی چھوٹی سی ٹوکری تھی۔ جو کہ اُس نے مہاتما کے چرنوں میں رکھ دی۔ اور ہاتھ باندھ کر نمسکار کی۔ نمسکار کا جواب کچھ نہ ملا کیونکہ جواب دینے والے مہاتما جی تو پر لوک سدھارے ہوئے تھے۔ وہ عورت قریب ۲۵ سال سال کی عمر کی ہو گی۔ اس عورت نے کئی دفعہ سادھو جی مہاراج کو بلایا۔ مگر مہاتما جی نہ ہی بولے۔ آخر بڑی دیر کے بعد ایک آنکھ کھولی۔ وہ بھی نامکمل سہی۔ ہم گورو صاحب کی حرکات کو اچھی طرح سے تاڑتے رہے۔ دل ہی دل میں کڑھتے تھے۔ اور بھارت ورش کی بدقسمتی کو یاد کر کے دل میں افسوس کر رہے تھے۔ ہم نے چاہا۔ کہ ابھی پردہ فاش کر دیں۔ مگر مصلحتاً خاموش ہو رہے۔ اور سادھو کی حرکات کو بغور دیکھنے لگے۔ خدا خدا کر کے ہر دو آنکھیں کھول دیں۔ عورت نے پھر جھک کر نمسکار کیا۔ جواب ملا کہ "کیا ہے؟"

عورت۔ مہاراج یہ (مٹھائی کی ٹوکری کی طرف اشارہ کر کے) آپ کی سیوا کے لئے لائی ہوں۔ مہربانی فرما کر اس کو قبول کریں۔

سادھو۔ بے جا ہمارے کس کام کی ہے۔ ہمارا کیا واسطہ مٹھائی سے

عورت۔ مہاراج! میں بڑی شردھا سے لائی تھی۔ سو آپ اس کو ضرور سویکار کریں۔

سادھو۔ اچھا تیری مرضی (ہماری طرف اشارہ کرکے) سمبو۔ لو یہ کھالو۔ ملنگ جو کہ موقعہ کی تلاش ہی میں تھے۔ فوراً کھا گئے۔ مگر ہم کورے ہی رہ گئے۔ اس کے بعد عورت پھر بولی۔ کہ مہاراج ایک عرض ہے۔ اگر حکم ہو تو بیان کروں۔

سادھو۔ ہاں بھاگوان۔ بتلا تو کیا کہنا چاہتی ہے۔

عورت۔ مہاراج میں بھاگوان ہونا چاہتی ہوں۔

سادھو۔ واہ۔ کیا سادھوؤں کے پاس بھی کبھی لڑکے رکھے ہوئے ہیں۔

عورت۔ نہ مہاراج سادھو تو جو کچھ کہہ دیتے ہیں۔ وہی پورا ہو جاتا ہے۔ سنت لوگ تو ریکھ میں میخ گاڑ دیتے ہیں۔ آپ میرے حق میں دعا کریں۔ تاکہ میں بھاگوان بن جاؤں۔

سادھو۔ اچھا ہم تجھ پر بہت خوش ہیں۔ شام کو آنا۔ ہم تم کو اپنے دھوئیں کی راکھ دیں گے۔ وہ تم نے کھا لینا۔ پھر تمہارے لڑکا تولد ہوگا۔

عورت (جو کہ بہت ہی بیشرم معلوم دیتی تھی۔ سادھو کے دونوں چرنوں کو ہاتھ لگا کر) بہت اچھا مہاراج۔ یہ کہکر عورت تو چلی گئی۔ پیچھے سے مہاتما لوگ اپنی تعریف میں کچھ کہنے لگے۔ ہم ایک طرف کو چلے گئے۔ مگر شام کو موقعہ پر پہنچ گئے۔ دیکھا کہ عورت کے پاس سے سونے کی انگوٹھی چھینی جا رہی ہے۔ انگوٹھی دیکر عورت اٹھنے ہی کو تھی۔ کہ ہمارا لیکچر شروع ہوا سادھوؤں کے وہ پول کھولے۔ کہ وہ گورو صاحب جن کا ذکر اوپر ہوا۔ ہماری طرف ڈنڈا لے کر مارنے کو آئے۔ ہمارے ہاتھ میں بھی ایک ڈنڈا تھا۔ سادھو کا وار روک لیا۔ اور اس کا ڈنڈا پکڑ لیا۔ سادھو نے نہ صرف ہمکو گالیاں ہی خوب دیں۔ بلکہ آریہ سماج کو بھی بہت سخت سست کہا۔ خیر لوگوں نے بات کو رفع دفع کر دیا۔ لیکچر کا نتیجہ یہ نکلا۔ کہ سونے کی انگوٹھی اس عورت کو واپس مل گئی۔ اور مکار سادھو صاحب وہاں سے اٹھکر چلے گئے۔ یہ حالات آجکل کے فرضی اور بناوٹی سادھوؤں کے ہیں۔ جنہوں نے کہ سارے سادھوؤں کو بدنام کر رکھا ہے

سچے سنیاسی آجکل بہت کم یاب ہیں۔ یہ تو ہؤا سادھوؤں کا حال۔ اب گنٹھ کتروں کا حال سنئیے۔ یہ لوگ ہردوار میں بہت پھرتے ہیں۔ ان کی سفید پوشاک ہوتی ہے۔ صورت مومناں کرتوت کافراں۔ وشواش دلا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں۔

کنبھ کے میلہ کے موقعہ ٹھاکر پروین سنگھ جی آریہ سماج کے مشہور راگی ہیں۔ انکی واسکٹ بمعہ تین پونڈ ایک گھڑی اور کچھ روپوں کے گم ہوئی۔ اور وہ بھی صرف تین چار منٹ کے عرصہ میں۔ ایک استری کی قمیض بمعہ سونے کے بٹنوں کے گم ہوگئی۔ اس بچاری نے نہایت رقت رکھی واپس آئی۔ تو قمیض بمعہ بٹن ندارد۔ ایک اور دیوی کا سونے کا تعویذ گم ہوگیا۔ اور ایسے چالاک گنٹھ کترے نے کاٹا۔ کہ پتہ تک نہ لگا۔ ایک شخص کا بٹوا ایسے طریقہ سے نکالا گیا۔ کہ اس کو خبر تک نہ ہوئی۔ اس بٹوے میں ۸ روپے تھے۔ ایک مکار عورت نے تو حد کردی۔ ایک سیدھی سادی عورت کے کپڑے زیور دیکھ کر اس سے مترتا پیدا کی اور پہلے اپنے کپڑے اس کے پاس رکھے۔ پھر اس کو غسل کرنے بھیجا۔ تو سب کپڑے وزیور لیکر بھاگ گئی۔ وہ بےچاری حیران پریشان پھر رہی تھی۔ ایسے ایسے کئی واقعات میں نے کنبھ کے میلہ پر دیکھے اور سُنے تھے۔ ہرکی پوڑی کے پاس غسل کرتے وقت چند آدمیوں نے اپنے اور اپنی مستورات کے سب کپڑے باندھکر گٹھڑی بنا کر ٹوکرے کے نیچے رکھ دیئے اور اوپر نوکر کو بٹھا دیا۔ اور خود جا کر غسل کرنے لگے۔ دو تین اچکوں نے تاڑ لیا۔ اور اس کے سامنے سے دوُنیاں چونیاں گرا کر گذر گئے۔ نوکر اُٹھانے لگا۔ اور اُٹھاتا اُٹھاتا دُور چلا گیا۔ کبھی اسے دوّنی ملی اور کبھی چوّنی۔ وہ اکٹھا کرتا رہا۔ اور پیچھے سے اُچکوں نے ٹوکرے کے نیچے سے گٹھڑی نکالی۔ اور نو دو گیارہ ہوگئے۔ ایک دفعہ میں غسل کرنے لگا۔ تو ایک اُچکا بولا۔ کہ باسکٹ اور کپڑے میرے حوالہ کردو۔ میں شریف جنٹلمین خیال کرکے دینے ہی لگا تھا۔ کہ ایک اور شخص نے مجھے کہا۔ کہ کیوں جی یہ آدمی آپ کا مامو لگتا ہے۔ میں نے کہا۔ کہ نہیں۔ وہ بولے کہ جب یہ آپ کا واقف نہیں۔ تو اس کا اعتبار کیوں کرتے ہو۔ یاد رکھو۔ کہ

جب تک آپ کو اپنا کوئی واقف دوست یا رشتہ دار نہ ملے۔ کسی کا اعتبار مت کرو۔ دیکھو ہم نے واسکٹ پہن کر اشنان کیا ہے۔ ہمارے پاس دو واسکٹ ہیں۔ ایک کُرتے کے اوپر پہن لی جاتی ہے۔ اور دوسری کُرتے کے نیچے۔ ہردوار کے حالات بڑے عجیب ہیں پیارے بھائیو۔ میں کس قدر لکھوں۔ ان کے واسطے ایک دفتر درکار ہے۔ آپ جب ہردوار جاؤ۔ تو اُچکوں گٹھ کتروں اور چالاک سادھوؤں سے بچتے رہو۔ ورنہ ننگ دھڑنگ رہ جاؤ گے۔ اور سخت حیران و پریشان پردیس میں خراب ہو گے۔ سارے سفید کپڑوں والے شریف آدمی نہیں ہیں۔ پھونک پھونک قدم رکھو۔ پوری احتیاط رکھو۔

All that glitters is not gold.

اور نہ ہی یہ سب سادھو شریف ہیں۔ ہردوار جاؤ۔ تو روپیہ پیسہ اور اپنی عقل خوب سنبھال کر رکھو۔ اگر مندرجہ بالا سطور کو پڑھکر ہشیار نہ رہو گے۔ اور دانائی سے کام نہ لو گے۔ تو پھر اپنی عقل پر سخت افسوس کرو گے۔ اور پیسہ پیسہ مانگ کر گھر میں واپس پہنچو گے۔ اچھا اشنان کرو گے۔ کہ شانتی کی بجائے روتے گھر آؤ گے۔ سر منڈا کر بھدراں جو پڑ چھوگے۔ پہلے ہی خوب ہوشیار رہو *

ہردوار کے پنڈے

ہردوار کے سادھوؤں اُچکوں گٹھ کتروں کا حال تو آپ نے سُن لیا۔ اب ذرا پنڈوں کا بھی سُنئے سٹیشن سے اُترتے ہی آواز آتی ہے۔ کہاں کے باسی کہاں کے باسی۔ چاروں طرف سے آوازوں کا شور ہوتا ہے۔ آریہ سماجی لوگ تو نمستے کہہ کر پیچھا چھڑا لیتے ہیں۔ مگر باقی لوگ پنڈوں کے بس میں آ جاتے ہیں۔ جو کہ بلا پانی لگانے کے ہی بھولے بھالے یاتریوں کی خوب حجامت کرتے ہیں۔ پڑھے لکھے لوگ تو جلدی ہی خلاصی کرا لیتے ہیں۔ مگر ان پڑھ اور خصوصاً جاٹ لوگ تو خوب دان کرتے ہیں۔ کئی پنڈے شراب پیتے اور ماس کھاتے اور بیوبھچار کرتے ہیں۔ ان کے طفیل ہی اب ہردوار میں کئی خرابیاں ہو رہی ہیں۔ لوٹ کھسوٹ اشیاء بکنے

تنگ پڑی ہیں - اگر ہندو لوگ عقل مندی سے کام لیں - تو پانڈے بھی بُرے کرموں کو چھوڑ دیں - لوگوں کو تنگ کر کے دان لیتے ہیں - حرام کا مال حرام ہی بن جاتا ہے - بہانت بہانت کی بولیاں بولتے ہیں - جن کو سُنکر لوگ حیران رہ جاتے ہیں ان پنڈوں کی شرارتیں بڑھ رہی ہیں - ان کے پاپوں کا بیڑا ابھر کر غرق ہوگا - پرماتما ان کو عقل دے ۔

نوٹس

مندرجہ ذیل کُتب تیار ہو رہی ہیں - عنقریب ہی شائع ہونگی

مہاتما منشی رام جی کے دلچسپ لیکچر ۴ر

لالہ ہنسراج جی کے دلچسپ لیکچر ۴ر

مجرّبات آریہ سیوک ... ... عہ

رامائن سے نظارے دبہادر کون ہے - فی ... ... ار

چُوں چُوں کا مُرّبہ ۲ حصّے ... قیمت فی حصّہ ... ۲ر

سوامی سرودانند جی و سوامی ستیانند جی و پنڈت
ہرشیچندر جی و پنڈت اندر چند ودیالنکار کے دلچسپ لیکچر } شائع ہو گئے ہیں - قیمت صرف ۶ر

شریمان لالہ دیوان چند جی ایم - اے کے دلچسپ لیکچر ... ... قیمت ۴ر

اُپدیش بھنڈار - ۳ حصّے - قیمت فی حصّہ ۴ر

برنی مقوی جسم و دماغ - قیمت درجہ اول فی دو سو تولہ عللہ درجہ دوم ۸ر یہی نسخہ مقوی لڈو کا ہے

راقم :- امیر چند آریہ سیوک چھو والی پوڑیاں برجرن مصر لاہور

VICHAR SAGAR

G. K. U.